ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

انوار فریدی

Marfat.com

ہر شہر میں جنگل پھول گیا

انوار فریدی

المدینہ پبلیکیشنز

4- یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ 38- اُردو بازار- لاہور ○ فون : 7320682

Marfat.com

111092

اِہتمام اشاعت

محمد ابرار حنیف مُغل

جملہ حقوق بحقِ مُصنّف محفوظ ہیں

نام کتاب : : : ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

مصنف : : : انوار فریدی

اشاعتِ اول : : اکتوبر ۱۹۹۷ء

سرورق : : : رانا ریاض

کتابت : : : قمر یزدانی

قیمت : : : [redacted] روپے

مطبع : : : این - بی پرنٹرز لاہور

ناشر : : : المدینہ پبلیکیشنز - لاہور

Marfat.com

اِنتساب

لوح وقلم اور حرف وصوت کے خالق اپنے پیارے

اللہ رَبُّ العزّت کے نام !

جس نے مجھے انسانیت کے جذبوں، کراھوں اور آنسوؤں کو زبان دے کر صفحۂ قرطاس پر سجانے کا ھنر اور توفیق عطا کی !

شکریہ میرے مولا جانی! شکریہ !

میرے جسم کا رواں رواں سجدۂ شکر بجالاتے ھوئے تیرے حضور سپاس گزار ھے !

انوار فریدی

Marfat.com

نہ پوچھ کیسے دیے بجھاتی ہوئی ہوا سے
بچا کے رکھا ہوا ہے تیرا خیال میں نے

Marfat.com

ترتیب

۱ ــ درد کے رازوں سے آشنا ایک مختلف شاعر - ۱۰
از پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل نیازی (لاہور)

۲ ــ سینوں کی شال اوڑھے جاگتی آنکھیں - ۱۶
از محترم ستار سید (لاہور)

۳ ــ ہمہ جہت شخصیت، ہمہ جہت فنکار - ۲۳
از محترمہ مسرت حبیب زیبا (کویت)

۴ ــ کرب کی دھوپ میں لپٹی ہچکیوں کا سفرنامہ - ۲۹
از انوار فریدی

۵ ــ اللہ (حمد) ــــ ۵۹

۶ ــ سلام بحضور خیر الانام (صلے اللہ علیہ وسلم) ــــ ۶۲

۷ ــ اگرچہ دو کناروں کا کہیں سنگم نہیں ہوتا ــــ ۶۴

۸ ــ رگوں میں گونجتے اشکوں کا ساگر کون دیکھے گا ــ ۶۶

۹ ــ قدر دُنیا میں نہ جانیں گے زمانے والے ــــ ۶۸

۱۰ ــ رکھتا سدا سنبھال کے میری نشانیاں ــــ ۷۰

۱۱ ــ مہکے مہکے منظروں کے ٹوٹتے جادُو کا دُکھ ــــ ۷۲

۱۲ ــ میرے نغموں میں نہاں سوزِ صدائے زخم ہے ــ ۷۴

Marfat.com

۱۳ ـــ جی چاہتا ہے غم کے قصّے سُنا سُنا کر ـــ ۷۶

۱۴ ـــ شہرِ ستمگراں میں سہارا ہے تیرا نام ـــ ۷۸

۱۵ ـــ ہاتھ پھیلے ہیں کسی دشت کے دامن کی طرح ـــ ۸۰

۱۶ ـــ شہرِ خموشاں ـــ ۸۱

۱۷ ـــ روح میں چھوڑ کے بھونچال گزر جاتا ہے ـــ ۸۲

۱۸ ـــ کیا ضرُوری ہے کہ بے جان ہوں سارے پتھر ـــ ۸۳

۱۹ ـــ کچھ آنسو کچھ زخم چھپائے پھرتے ہیں ـــ ۸۵

۲۰ ـــ درد کی راکھ سے اَٹے آنسو ـــ ۸۷

۲۱ ـــ دھوپ چھاؤں کا سفر ـــ ۹۳

۲۲ ـــ دشت میں سائے کی ضد مت کر اے دلِ نادان ـــ ۹۵

۲۳ ـــ برس رہے ہیں سحاب تیرے ـــ ۹۷

۲۴ ـــ خدا کرے کہ سلامت رہے مرا گلشن ـــ ۹۹

۲۵ ـــ بیٹھ کر حالات کے زنداں میں رونے کے لیے ـــ ۱۰۱

۲۶ ـــ دراڑیں ـــ ۱۰۳

۲۷ ـــ ہر شہر میں جنگل پھیل گیا ـــ ۱۰۴

۲۸ ـــ نہ دُرتوں میں ہم نے سوچوں کو بہلانا سیکھ لیا ہے ـــ ۱۰۸

۲۹ ـــ میرے پاؤں میں وہی غم کا بھنور ہے آج بھی ـــ ۱۱۰

۳۰ ـــ نہ لب پہ شکوہ نہ دل میں شکایتیں رکھنا ـــ ۱۱۲

۳۱ ـــ شہکار ـــ ۱۱۴

۳۲ ـــ پلکوں پہ ہر اک اشک پرویا نہیں جاتا ـــ ۱۱۸

۳۳ ـــ اوقات ـــ ۱۲۰

Marfat.com

۳۴ ـــ تنہائی میں سرگم گھولو ـــ ۱۲۱

۳۵ ـــ برس جاتا ہے جس کو دیکھ کے ساون ستاروں میں ـــ ۱۲۳

۳۶ ـــ کچھ کم نہیں تمہیں دن کی دہکتی اذیتیں ـــ ۱۲۵

۳۷ ـــ در کھلنے کا عکس نظر میں رہتا ہے ـــ ۱۲۷

۳۸ ـــ بکھرتی سوچوں میں غم ـــ ۱۲۹

۳۹ ـــ کچھ منظر ایسے ہوتے ہیں ـــ ۱۳۱

۴۰ ـــ تیرے پلٹ جانے کا غم ـــ ۱۳۳

۴۱ ـــ سب سے چاہت کا سلسلہ رکھنا ـــ ۱۳۴

۴۲ ـــ تو ہجوم کرب میں تھا مگر تجھے حوصلہ بھی نہ دے سکا ـــ ۱۳۶

۴۳ ـــ آنسو بولتے ہیں ـــ ۱۳۸

۴۴ ـــ چہرہ حالات کا بدلا ہوا تیور ہوں میں ـــ ۱۳۹

۴۵ ـــ اک نور شب کو چار طرف پھیلتا رہا ـــ ۱۴۱

۴۶ ـــ نہ جانے گا زمانہ دکھ دلوں کے ـــ ۱۴۴

۴۷ ـــ چاہت کے بے داغ اجالے اچھے لگتے ہیں ـــ ۱۴۹

۴۸ ـــ سناٹا ـــ ۱۵۲

۴۹ ـــ اس سے کہتا ذرا ـــ ۱۵۳

۵۰ ـــ جو میرے ہر غم کو اپنے سینے لگا کے روتا، کوئی تو ہوتا ـــ ۱۵۸

۵۱ ـــ کبھی لبوں پہ بچھا لیا چپ کا جال میں نے ـــ ۱۶۰

۵۲ ـــ تصویر ـــ ۱۶۲

۵۳ ـــ یاد کی آبشار، سناٹے ـــ ۱۶۶

۵۴ ـــ اے کاش - ! ـــ ۱۶۸

Marfat.com

۵۵ ـــ خزاں ـــ ۱۷۲
۵۶ ـــ تحفظ ـــ ۱۷۳
۵۷ ـــ ہائیکوز ـــ ۱۷۴
۵۸ ـــ کاٹوں اُلجھے اُلجھے جال جدائی میں ـــ ۱۷۸
۵۹ ـــ اُس نے جلا کے خواب کی دہلیز پر دیا ـــ ۱۸۲
۶۰ ـــ چاہتوں کے دائرے سے جب نکل جاتے ہیں لوگ ـــ ۱۸۴
۶۱ ـــ سکوت ـــ ۱۸۶
۶۲ ـــ کیا کہوں کیا کیا ستم اک جاں پہ کر جاتی ہے رات ـــ ۱۸۷
۶۳ ـــ اُداسیوں میں سِسک سِسک کے بھرے جہاں سے گزر چکا ہے ـ ۱۸۹
۶۴ ـــ گل سرِ شاخ جاں کھلا کوئی ـــ ۱۹۱
۶۵ ـــ دو لمحے ـــ ۱۹۳
۶۶ ـــ اس گلی سے گزر کے دیکھ لیا ـــ ۱۹۴
۶۷ ـــ اُس نگر حوصلوں پہ کیا گزری ـــ ۱۹۶
۶۸ ـــ یاد ـــ ۱۹۹
۶۹ ـــ اس وقت تم کہاں تھے ؟ ـــ ۲۰۱
۷۰ ـــ عید ـــ ۲۰۳
۷۱ ـــ حسرت و یاس میں دن رات جلیں گی آنکھیں ـــ ۲۰۴
۷۲ ـــ اپنی ہر بات میں دے دے کے حوالے میرے ـــ ۲۰۶
۷۳ ـــ شجر سایہ دار ـــ ۲۰۸
۷۴ ـــ آخر ـــ ۲۰۹

Marfat.com

۷۵ ـــــ غم کی برسات میں زندگی کٹ گئی ـــــ ۲۱۰
۷۶ ـــــ دل سمندر ہے ـــــ ۲۱۲
۷۷ ـــــ کفِ وجود پہ رکھا ہوا عدم ہوں میں ـــــ ۲۱۳
۷۸ ـــــ الوداع ـــــ ۲۱۵

Marfat.com

دَرد کے رازوں سے آشنا ایک مختلف شاعر

انوار فریدی اُن نوجوانوں میں سے ہے جن کے لیے علّامہ اقبالؒ نے کہا تھا۔

ع جوانوں کو پیروں کا استاد کر

اس دمکتے ہوئے دل والے نوجوان نے جوانی کا راز پالیا ہے اور وہ سب کچھ کرنے پر تُل گیا ہے۔ جس کی آرزو ڈھلتی ہوئی عمر میں ایک بُجھی ہوئی حسرت بن جائے۔ اس نے خوبصورت اور ولولہ انگیز شاعری کی ہے اور صرف شاعری ہی نہیں کی بلکہ اپنے عزائم اور ارادوں کی تکمیل کے لیے پیہم جدوجہد میں بھی مصروفِ عمل ہے۔ اس نے اپنے عمل اور ردعمل کو ہم رنگ کیا، اپنے غم اور غصّے کو ہمراز بنایا اور ہر لمحے کی آنکھ میں وہ منظر رکھ دیا جو وہ دیکھنا چاہتا ہے۔ جو وہ دیکھنا چاہتا ہے وہ دکھانا بھی چاہتا ہے۔ اس نے نعت لکھی، غزل لکھی، نظم لکھی اور اظہار کے ان سارے منطقوں کی سرحدیں ملا دیں۔

اس کا پہلا (نعتیہ) مجموعۂ کلام "انوارِ عقیدت" پھوار بن کر لہو میں اس طرح گرتا ہے جس طرح شبنم پھولوں کی پتّیوں پہ گرتی ہے۔ اس کی انقلابی نظموں میں بھی شاعری زور کرتی ہے۔ اس کی ایک کتاب کا نام ہی "نوائے انقلاب" ہے۔ نوائے انقلاب اس کی خوشنوائی کا ایک بھرپور اظہار ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خوشنوائی اور ہم نوائی ایک ہی چیز ہوتی ہے اور پھر اس کا ایک اور مجموعۂ کلام "پگھل جائیں گی زنجیریں" بھی بھرپور انقلابی جھنکار لئے ہوئے ہے۔ سو جب میں نے "پگھل جائیں گی زنجیریں" کو پڑھا تو محسوس

Marfat.com

ہوا کہ انوار کا اضطراب کہیں کہیں حیرانی میں بھی ڈھل جاتا ہے کہ زنجیریں پگھلتی تو ہیں مگر پھر زنجیریں بن جاتی ہیں اور پھر وہ سوچتا ہے کہ رقص تو زنجیر پہن کر بھی کیا جاتا ہے۔ وہ میری طرح اُن لوگوں میں سے ہے جو وجد اور رقص میں کوئی دُوری نہیں پاتے۔ اس کے نزدیک شیشہ آنکھیں اور پتھر ہاتھ ایک ہی کردار رکھتے ہیں۔ اس نے اپنے ایک شعری مجموعے کا نام ہی "شیشہ آنکھیں پتھّر ہاتھ" رکھ دیا۔ میں نے کہیں ایک شعر دیکھا تھا۔

شیشہ ٹوٹے غُل مچ جائے
دِل ٹوٹے آواز نہ آئے

بس یہ ہوا کہ انوار نے دل کے ٹوٹنے کی آواز سُن لی۔ اب وہ چاہتا ہے کہ یہ آواز دوسرے بھی سُن لیں اور اس کے لیے اس کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں کہ آدمی شاعری کرے اور اچھّی شاعری کرے۔ دِلوں سے دلوں تک کی مسافت اسی دروازے سے ہو کر ہی طے کی جا سکتی ہے۔

اسی آواز کے ساتھ چلتے چلتے اسے وہ سمندر دکھائی دیا جسے اُس نے "پلکوں پار سمندر" کا نام دیا۔

میں انوار کی شاعری کی سرشاری میں کہیں اُس پار چلا گیا ہوں جب کہ میرے سامنے اُس کے تازہ مجموعۂ کلام "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا" کا مسوّدہ رکھا ہوا ہے۔ اب تو واقعی ہر شہر میں جنگل پھیل گیا ہے۔

ایک محاورہ جنگل میں منگل کا بھی ہوتا ہے مگر اس کی کوئی جھلک انوار کی شاعری میں دکھائی نہیں دی۔ وہ بالکل اور طرح کا نوجوان ہے۔ اب تو یہ بات میری حسرتوں میں شامل ہو گئی ہے کہ کاش میں بھی اپنی جوانی میں اس طرح کے کسی احساس کو اپنے وجود میں کوئی راہ دے سکتا۔ انوار فریدی زندگی سے تو کوئی

Marfat.com

کام لینا چاہتا ہی ہے اور وہ کام کوئی ایسا ڈھکا چھپا نہیں، وہ شاعری سے بھی کسی حد تک یہ کام لینا چاہتا ہے مگر ان دو کاموں میں اتنا فرق ہے کہ اس کی وضاحت کرنا میرے لیے مشکل ہے۔ جب دو دریاؤں کا سنگم ہوتا ہے تو دور تک اُن کے پانی آپس میں ملتے دکھائی نہیں دیتے اور جب ملتے ہیں تو گھُل مل جاتے ہیں۔

انوار اس دریا میں تیرنا چاہتا ہے جو اس کے اندر بہہ رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب یہ دریا دوسرے لوگوں کے اندر بھی بہنے لگے گا تو پھر ہم سب وہ منظر دیکھیں گے جو انوار نے دیکھا، مگر ابھی اس طرح نہیں دیکھا، جس طرح وہ دیکھنا چاہتا ہے۔ بس اسی خواہش نے اُسے مست بلکہ سرمست کر رکھا ہے۔

میں نے کہیں یہ کہا تھا کہ زمین اور چیز ہوتی ہے اور سرزمین اور چیز۔ انوار ان دونوں جگہوں کا باشندہ ہے۔ وہ نہ تو وہ جگہ چھوڑنا چاہتا ہے۔ جہاں اس کا ضمیر و خمیر تیار ہوا، اور وہاں رہنے کی آرزو بھی اُسے ستاتی ہے جہاں ایک ایسی جنّت موجود ہے کہ جو اب تک صرف آرزوؤں میں تڑپتی ہے۔ اور یہی تڑپ انوار کی شاعری کا راز ہے۔

میں یہ بات پورے وثوق اور وفور سے کہہ رہا ہوں کہ انوار ایک ایسا شاعر ہے۔ جس کا انتظار کیا جاتا ہے۔ منتظر دنیائیں اُس کے ساتھ ہیں۔ اور لوگ اُس کے لیے وہاں کھڑے ہیں جہاں شہر جنگل کے ساتھ مل رہا ہے۔ یہ شہر اور طرح کا ہے اور وہ جنگل بھی اور طرح کا ہے۔ جس کی طرف انوار نے اشارہ کیا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں لوگ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ وہ جنگل کا رُخ کریں یا شہر کا مگر انوار نے شہر میں جنگل پھیلنے کی خبر سنا کر یہ اُلجھن بھی ختم کر دی ہے۔

Marfat.com

انوار اس عمر میں بھی ایک دِلِ دردمند رکھنے والا انسان ہے۔ اور جوانی میں یہ حقیقت کچھ اور رنگ لاتی ہے، کئی اور لوگوں کے پاس بھی یہ رنگ ہیں، مگر وہ رنگ کچّے ہیں۔ پکّے رنگوں کی بہار دیکھنا ہو تو انوار سے ملو، اس کی شاعری پڑھو۔ وہ ایک مختلف شاعر ہے اور مختلف شاعر ہونے سے بڑی صفت کوئی اور نہیں ہوتی اور یہ صفت انوار کو حاصل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب انوار کی شاعری دِل سے پڑھی جائے گی تو لوگ یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کہ یہ شخص کسی اور دُنیا سے آیا ہے اور دُنیا کو کوئی اور دُنیا بنا دینا چاہتا ہے۔ ایسے ہی لوگ زندگی کے اندر ایک اور زندگی کی تلاش میں رہتے ہیں۔

انوار کے لیے زندگی اور شاعری یکجان ہو چکی ہیں اور اسی عمل نے اسے یکتا کر دیا ہے۔ سنجیدگی اور شائستگی مل کر ایک ایسی شگفتگی تیار کرتی ہیں جو آج لوگوں کو میسّر نہیں۔ انوار جیسے نوجوان شاعر ہماری غریب قوم کے لیے غنیمت ہیں۔ مجھے یہ بھی ڈر نہیں کہ لوگ اُسے مالِ غنیمت سمجھ لیں گے۔ یہ وہ مالِ غنیمت ہے جو فاتح کے ساتھ ساتھ شکست کھائی ہوئی قوم کو بھی ملتا ہے اور پھر شکست فتح میں بھی بدلتی ہے۔ اور انوار کی شاعری اس لمحے سے پھُوٹتی ہے جسے فتح مند لمحہ کہا جا سکتا ہے۔

انوار فطری طور پر شاعر ہے اور ملال انسانی فطرت کی بنیاد میں پیوست ہوتا ہے۔ میرے نزدیک دَرد ایک راز ہے اور لوگ رازوں سے آشنا ہونا نہیں چاہتے۔ جس نے اس راز کو پا لیا وہ اس طرح کی شاعری کرنے لگ گیا جو انوار کرتا ہے۔

دَرد کبھی ردّ عمل بنتا ہے اور پھر اس دَرد کے اندر بغاوت کی کیفیّت نمودار ہوتی ہے۔ شاعر باغی نہیں ہوتا مگر لوگ اُسے باغی بنا دیتے ہیں۔ کبھی کسی سچّے شاعر

Marfat.com

نے بغاوت کو سیاست نہیں بننے دیا اور نہ سیاست کا شکار ہونے دیا ہے۔ وہ بغاوت کو بھی فطرت سمجھتا ہے اور جب چیزیں فطرت کے قریب رہتی ہیں تو وہ اپنی اصل سے دُور نہیں ہوتیں۔ شاعر اسی اصل سے وصل چاہتا ہے۔ مگر پورا وصل ممکن نہیں۔

اضطراب اور انقلاب میں کتنا فاصلہ ہے؟ شاعر انقلاب لانا چاہتا ہے یا نہیں لیکن وہ اضطراب ضرور لانا چاہتا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ انوار ایک مضطرب روح لے کر پیدا ہوا ہے اور وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ زندہ لوگ بے رُوح نہ ہو جائیں۔ جب وہ لوگوں کو بے روح ہوتا دیکھتا ہے تو پھر تڑپتا ہے اور اپنے تڑپنے کی تصویریں اپنی آنکھوں میں رکھ لیتا ہے۔ جنہیں لفظ دیکھتے ہیں، جس طرح دیکھنے کا حق ہوتا ہے۔

انوار کی شاعری میں وہ شاعری ذرا کم ہے جو نئے نویلے نوجوانوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ میں نے کہا ناں کہ وہ اور ہی طرح کا نوجوان ہے۔ نہ جانے الطاف حسین حالی نے کن نوجوانوں کے لیے کہا تھا کہ

ع کچھ کر لو نوجوانو! اُٹھتی جوانیاں ہیں

مجھے یقین ہے کہ حالی کا مخاطب انوار نہیں تھا۔ وہ تو آپ اپنا مخاطب ہے۔ اُس کی شاعری میں زمانے بھر کے کرب ہجوم کرتے ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ قرب بھی ایک کرب ہے۔ مگر دُوریاں بھی اُسے گھیرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔

میں انوار کی شاعری کو پڑھتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ اس نے اُن کیفیتوں کو بھی محسوس کیا جو صرف میری کیفیتیں ہیں۔ میں مایوسیوں کی دہلیز پہ کھڑا ہوں اور ابھی تک باہر یا اندر جانے کی کسی آرزو کو رہنما نہیں بنا سکا۔

Marfat.com

یہی آرزو انوارؔ کی شاعری میں راہ بنتی دکھائی دیتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ابھی اور لکھے گا اور بہت لکھے گا۔ مگر یہ کب ہوگا کہ جو باتیں ہم کاغذ پہ لکھتے ہیں وہ دِلوں میں بھی لکھی جائیں۔ انوارؔ کی شاعری ایسی ہے جو دِلوں پر لکھے جانے کے قابل ہے وہ اپنی قوّتِ بیان سے یہ معرکہ بھی کر دکھائے گا کہ دل اس کی آواز سُن کر کسی اور طرح دھڑکنا شروع کر دیں۔ مجھے بہت پہلے کا سُنا ہُوا ایک شعر یاد آرہا ہے۔

؎ تم بھی مری طرح کبھی مشکل میں آئے تھے
گھبرا کے دو جہاں سے، مرے دِل میں آئے تھے

پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل نیازیؔ
لاہور۔

———: ○ :———

Marfat.com

سینوں کی شال اوڑھے جاگتی آنکھیں

اس سخن دشمن زمانے میں جہاں کذب و کم مائیگی کا راج ہے — انوار فریدی صاحب نے مجھے اپنے نئے شعری مجموعے کا دیباچہ لکھنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

اس ماحول میں جہاں دراز سخن اور تنک مایہ لوگ قلم قبیلہ کے سرخیل اور پیر دھان ہیں وہاں شاعری کے علاوہ کوئی بات باعثِ گردن زنی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ شاعری میں توایجاز و اختصار، تلمیح و استعارہ، رمز و ایما اور تعریف و ابہام کی صورت میں فصاحت و بلاغت کے کئی امکانات ہیں جو ان کوتاہ سخنوں کی دسترس سے باہر ہیں اور انہیں ملول رکھتے ہیں جبکہ ہمارے لئے تخلیقی حظ کا سبب بنتے ہیں۔ ہم اس زمانے کے لیئے بھی اور آئندہ زمانوں کے لئے بھی اپنا نقشِ سخن ثبت کر جاتے ہیں اور حصولِ زر و منصب میں مبتلا ان ادبی بہروپیوں کے حال پر مسکرا بھی لیتے ہیں۔ انوار فریدی بھی ہمارے قبیلے کا آدمی ہے۔ پُرجوش، زُود گو، مصلحت ناآشنا اور اپنے ایک ایک لمحے کا حساب رکھنے والا، شاید یہی سبب ہے کہ اتنی کم عمری میں اس نے بہت زیادہ لکھ لیا۔

کارزارِ سخن میں ابھی وقوف کا لمحہ نہیں آیا کہ جہاں بیٹھ کر انسان اپنے سُود و

Marfat.com

زیاں کا شمار کرتا ہے۔ تجربوں اور مشاہدوں سے بھرپور جوانی کے ایام کسی بھی سُخنور سے ایسی ہی بھرپور تخلیقی سرگرمی کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس تگ و دَو میں "کیا کھویا کیا پایا" شاعر کا نہیں زمانے کا منصب ہے، کہ جائزہ لے، انوار فریدی بھی چڑھی ہوئی موجوں پر کمندیں پھینک رہا ہے۔

اور سہ

برائے شعرِ تازہ رات دن اِک بے قراری چاہتا ہے
زمامِ عصر تھامے اسپِ تازی کی سواری چاہتا ہے

ہمارے عہدِ نامعتبر نے رویّوں، قدروں اور لفظوں کا اعتبار ختم کر دیا ہے۔ شعری اوصاف و محاسن معائب میں ڈھل چکے، نئے رویّے اور نئی قدریں ابھی بے جہت اور بے معنیٰ ہیں، صوت پر تصویر کو فوقیت حاصل ہے۔ سیرت کی بجائے صُورت کو دیکھا جاتا ہے اور اقدار کی بجائے مقدار پیشِ نظر رہتی ہے، لہجوں میں نرمی نہیں، معانقوں میں گرمی نہیں اور سب کچھ ایک تواتر اور تسلسل سے ہوتا رہتا ہے، مِلنا ملانا، اُٹھنا بیٹھنا ایک رسم نبھانے کی طرح ہے، یہ ہے عہدِ جدید کا مشینی انسان، بے حِس، تھکا ہُوا، مضطرب، زخمی خُور و خواب سے محرُوم، خیر و خُوبی سے دور اور مجبُورِ محض ـــــ انوار فریدی کے اس مجموعۂ کلام کا نام "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا"، اِنہی تلخ حقائق کے اظہار کا بھرپُور استعارہ ہے۔ یہ بڑا بلیغ اور وسیع المعانی نام ہے۔

تاریخی حوالے سے دیکھا جائے تو صرف کچھ صدیاں پہلے یہ ساری زمین جنگل ہی تو تھی، زمین اور اس کے تمام تر وسائل کے عوام ہی مالک تھے،

Marfat.com

اپنی ضرورتوں اور خواہشوں کے مطابق اِسے جو شکل چاہتے دے لیتے
پھر آبادی بڑھی، سائنس نے ترقّی کی اور اس زرعی زمین پر بڑے بڑے
صنعتی شہر بننے لگے، اندازِ حکمرانی بدلے، افراد اور اقوام میں وسائل پر
قبضے کی جنگ تیز ہونے لگی، شہر مقتل بنتے گئے، فضاؤں کو دھوئیں اور
شور کی چادر نے لپیٹ لیا، سُریلی آوازوں اور خوبصورت پروں والے
پرندے ہجرت کر گئے، مگر انوار فریدی کا استعارہ، یہ جنگل، اس میں کون
رہتا ہے؛ اینٹوں اور سیمنٹ سے بنے ہوئے پلازے اور دل، پتھریلی سڑکیں
اور اُن پر خون آلود گرد، دیگنوں اور بسوں پر سوار ہونے کی ناکام تگ و دو
میں عمریں بِتاتے عوام اور ان پر دھول اُڑاتی ایئر کنڈیشنڈ گاڑیوں میں
سوار معزز سمگلر اور ڈاکو صاحبان دولت سے بھرے بنک اور خالی پیٹ
مخلوقِ خدا، راشی افسر اور کام چور کارندے، اور یوں آہستہ آہستہ ہر شہر
میں جنگل پھیل گیا"۔

یوں تو جنگل میں کچھ خوبصورتیاں بھی ہوتی ہیں، فطرت کا حسن، تر و تازہ
ہوائیں، پرندوں کے نغموں سے لبریز فضائیں، خنک اور شاداں مہکتے سائے
مگر جس جنگل کی بات انوار فریدی نے کی ہے وہ بنجر بن، خون خواری اور
درندگی کا ایک بلیغ استعارہ ہے، جہاں طاقت ہی قانون کا درجہ اختیار
کر چکی ہے اور یوں تمام تر ارتقاء اور تہذیب و تمدّن کی جانب انسانی
دانش کا سفر ایک بار پھر رائیگاں ہو جاتا ہے اور کوئی دلیل و منطق، مذہب و
اخلاقیات، علم و ادب، عدل و انصاف، اصول و ضابطہ، فقہ و قانون انسان

Marfat.com

کی بے مہار طاقت کے ہاتھوں رُو بعمل نہیں رہتے اور جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا سا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔

انوار فریدی جیسے ایک سرگرم اور پُرجوش نوجوان نے شاعری ایک جذبۂ جہاد کے تحت کی ہے، اس کے لہجہ میں عزم اور حوصلے کی گھن گرج تو ہے ہی ایک اُمنگ بھی ہے، ایک آرزُو بھی ہے جو التجا نہیں بن سکی پر کہیں کہیں دُعا ضرور بن گئی ہے وہ کھُلی آنکھوں سے دُنیا کو دیکھتا ہے تو کریہہ المنظر ماحول سے بیزار ہو جاتا ہے، پھر وہ اپنی جاگتی آنکھوں پہ رنگین سپنوں کی شال اوڑھ لیتا ہے اور اپنے لیئے ایک دھنک تخلیق کرتا ہے جو خیال ہی سہی لیکن اس کے خوابوں سے ہم آہنگ ضرور ہے، خواب روشنی کے، خواب پھُولوں کے خواب خوشبُو کے اور خواب منزّہ زندگی کے جو ہم سب کے مشترکہ خواب ہیں جو بنی نوع انسان کے خواب ہیں۔

انوار فریدی اپنے زمانے کا ہم سفر ہے اور شاعری اُس کی زندگی کا سفرنامہ، آئیے اس سفر کی داستان خود اُس سے سُنتے ہیں، ؎

کم نگاہوں میں اُجالے بانٹنے کا ہے صلہ
آج ہاتھوں میں چراغوں کی بجائے زخم ہے

غم کی برسات میں زندگی کٹ گئی
یُوں ہی صدمات میں زندگی کٹ گئی

Marfat.com

ہم کو ڈستے رہے جن کے دیوار و دَر
اُن مکانات میں زندگی کٹ گئی

دَر کھلنے کا عکس نظر میں رہتا ہے
سوچیں گھر میں، جسم سفر میں رہتا ہے

جو چور بانٹتا ہے زرِ گرفت کے ڈر سے
ہجومِ شہر اُسے بھی سخی سمجھتا ہے
مَیں اُس کے تاج کو پاؤں میں رَوند سکتا ہوں
جو مفلسی کو مری بے بسی سمجھتا ہے
ڈرا رہا ہے خدا کے عذاب سے واعظ
مگر کچھ ایسے کہ خود کو بَری سمجھتا ہے

آنکھیں جل تھل کر دیتی ہیں
سوچیں پاگل کر دیتی ہیں
ہونٹوں کی خاموش فضائیں
گھر کو جنگل کر دیتی ہیں

Marfat.com

ارمانوں کی بانجھ ہوائیں
دل کو مقتل کر دیتی ہیں

چمکا ایک ہی نام دُعا کے ماتھے پر
کیا کرتا مَیں اَور سوال جُدائی میں
اُبھرے آہٹ جیسے تیرے قدموں کی
ٹک ٹک بجتا ہے گھڑیال جُدائی میں
جاگتی ہیں انوار مرے سنگ آنکھیں بھی
سپنوں کی اِک اوڑھ کے شال جُدائی میں

شاعری کے میرے خیال میں زندگی کو خوبصورت رکھنے کا ایک فطری عمل ہے جس طرح ایک پھول اپنی خوشبو سے فضا کو معطر رکھنے کا باعث بنتا ہے اسی طرح ایک اچھا شعر زندگی کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔ شاعر کا منصب بھی یہی ہے کہ وہ زمانے سے کچھ نہیں لیتا سوائے دُکھوں کے اور اِن دُکھوں سے وہ زمانے کے لیئے امرت بناتا ہے اور زندگی کی خوبصورتی کے عمل میں معاون ہوتا ہے۔

انوار فردیی کا اسلوب بیان بالکل نئے نویلے، تازہ دم اور نووارد شاعر کا ہے اور اس کے ساتھ ایک بنیادی خصوصیت جو اُن کی شاعری میں ہے وہ ایک متصوفانہ طرزِ احساس ہے جو کہ نظموں کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

غزل کے اشعار میں بھی ہمیں نظر آتا ہے' اس کے علاوہ اُن کا بھرپُور خطیبانہ انداز بھی ہمیں اُن کی شاعری میں جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

شاعر چونکہ بہت حسّاس ہوتا ہے اور وُہ اپنے عہد کی سچائیوں سے علیٰحدہ نہیں رہ سکتا اس لیئے انوار فریدی بھی اپنے عہد کی سچائیوں کو پُوری طرح محسوس کرتے ہیں' وہ اپنے اشعار میں جس جُرأت' جاں سپاری اور ہمّت کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرتے اور جس طرح تمام تر کلاسیکی شعری روایت اور محاسن اور زبان وقواعد کے اکتسابی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے خیالات کو اشعار میں ڈھالتے ہیں تو اس سے بجا طور پہ یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ جوں جوں ان کے اس خوبصورت رنگ میں پختگی آتی جائے گی اُن کا یہ اسلوب ایک نمائندہ حیثیت اختیار کرتا چلا جائے گا۔

وُہ بُنیادی طور پہ غزل گو ہیں اور غزل ہر عہد کی صنفِ سخن ہے بلکہ جُوں جُوں وقت گزرتا جائے گا غزل معتبر اور باوقار ہوتی جائے گی تمام تر شعری لوازمات اور خوبصورتیوں سے ہم آہنگ غزل کا ایک شعر کئی نظموں پہ بھاری ہو جاتا ہے۔ غزل آج ہی کی نہیں مستقبل کی بھی صنفِ سخن ہے۔ انوار فریدی کی غزل ہمارے عہد کی غزل ہے' میرے لیئے اس مجموعۂ کلام کو پڑھنا یوں تھا جیسے مَیں اپنے عہد کو پڑھ رہا ہُوں۔

آیئے آپ بھی میرے ساتھ اپنے عہد سے ہمکلام ہوں۔

ستّار سیّد لاہور

111092

Marfat.com

ہمہ جہت شخصیت، ہمہ جہت فنکار

اگر شعر کے حوالے سے بات شروع کی جائے تو اس سے ہمارا رشتہ بہت پُرانا نکلتا ہے اور پھر ہمارے وطن عزیز کا خواب بھی تو ایک شاعر ہی نے دیکھا تھا۔

ع ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

کا ہمارے اندر نسل در نسل یہ پیغام بھی اسی شاعر مشرقؒ ہی کی نوک قلم کا مرہون منت ہے۔ قلم علامتِ زندگی ہے اور شاعری شیوہ پیغمبری مجھے اس بحث میں نہیں پڑنا کہ شعر کیا ہے اور شاعر کیسے بنتا ہے مجھے تو اتنا علم ہے کہ جب شاعر فکر آموز ہو۔ قدرت نے اُسے علمہٗ البیان سے بھی نواز رکھا ہو وہ سفر کو وسیلہ ظفر جان کر اپنے اعلےٰ مقاصد کے ساتھ قریہ قریہ رواں دواں بھی ہو اور پھر احساس کا نور لیے اپنی دھن میں مگن شعر کو تیر اور قلم کو کمان جیسے ہتھیار کا نعم البدل جان کر استعمال کر رہا ہو تو ایسے میں "انوارِ عقیدت" "نوائے انقلاب" "شیشہ آنکھیں پتھر ہاتھ" "پگھل جائیں گی زنجیریں" اور "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا" وغیرہ جیسی کُتب کا تخلیق ہو جانا ایک عین فطری امر ہے۔

انوار فریدی سے میرا پہلا تعارف کویت میں "پگھل جائیں گی زنجیریں" اور اس کی تقریبِ رونمائی کی وساطت سے ہوا۔ میں نے اپنی حسابِ سائے

Marfat.com

صاحبِ کتاب کے بارے میں اسی وقت قائم کر لی تھی۔ اب "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا" کے مسوّدے نے میری حتمی رائے کو بار دگر صفحہ قرطاس پر سجا دیا ہے۔ کتاب نہ صرف شاعر کا تعارف ہوتی ہے بلکہ گھومتے آئینے (REVOLVING MIRROR) کی طرح نگری نگری تہذیبی ورثوں کی جھلکیاں بھی تبرّکاً بانٹتی پھرتی ہے۔

علم کے لیے بزرگی کی کوئی شرط نہیں اور بزرگی کے لیے وراثت ضروری نہیں۔ انوار فریدی کے علمی حوالوں کی تصویر کشی کے لیے ایک علیٰحدہ کینوس درکار ہے اور اسکی خدمات کے لیے اس سے بھی وسیع تر۔ وہ جس کی عمر انگلیوں کی پوروں پر گنی جا سکتی ہے۔ بجھتی آنکھوں میں اُمید کی جوت جلانے کا فریضہ بطریقِ احسن ادا کر رہا ہے ہماری دلی دعائیں اس کے ساتھ ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو خدائے وحدہٗ لاشریک کے ہاں جوابدہ ہوتا۔

اس جواں سال منجھے ہوئے صاحبِ کلام اور شعلہ بیان مقرر کو کون نہیں جانتا۔ اس کا بولنا اور اس کا لکھنا دونوں میزان کے دو ایسے پلڑے ہیں جو ایک دوسرے پر بھاری ہیں جسے صرف بولنا اور لکھنا ہی نہیں بلکہ کہنا اور سننا بھی آتا ہے۔ وہ ادب برائے ادب نہیں، ادب برائے زندگی اور زندگی برائے مقصدیت کا قائل ہے اور صرف قائل ہی نہیں بلکہ عامل بھی ہے وہ اپنی ہمہ جہت شخصیت کے ساتھ عظیم تر مقاصد کے لیے عظیم تر منزل کی طرف گامزن ہے۔

انوار فریدی نے اپنے اندر کے فطری شاعر کو نہ صرف دریافت کیا ہے

Marfat.com

بلکہ اُسے پال پوس کر سدا بہار بھی رکھا ہے۔ ایک فطری شاعر ہونے کی بنا پر وہ ہر منظر کو احساس کی آنکھوں سے دیکھتا ہے تو تتلیوں کے پروں کا سفوف خود بخود پلکوں کی تراوت میں بھیگ کر ہر خلیۂ چشم سے رگِ جاں میں چُپ چاپ در آتا ہے اور یہی وارداتِ قلبی فنِ لطیف کا نقطۂ آغاز کہلاتی ہے۔ کسی واردات کے بغیر حروف بے گور سپیوں کی طرح مُنہ اُٹھائے قلمدان کی سمت دیکھتے چلے جاتے ہیں اور جب یہ وارداتی لمحے قریۂ جاں میں اُترتے ہیں تو سوچوں کی پھُول پتیاں زندگی کی تلاش میں نرم و ملائم کرنوں کو چپکے چپکے دل کی بند مٹھی میں کوئی جیتی جاگتی کہانی تھمانے کی انتھک جدوجہد میں جت جاتی ہیں۔ بادلوں کے ٹکڑے ننھے منے بچوں کی طرح بوچھاریں تحفے میں لاتے ہیں۔ گردوپیش کی گرد اپنے آپ بیٹھتی چلی جاتی ہے ہوائیں مجسم دکھائی دینے لگتی ہیں۔ خوشبوؤں کا لمس انگلی تھام کر چلنے کی کوشش کرتا ہے تجسّس ہاتھ میں دیا لے کر منزلوں کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتا ہے۔ کبھی اس وارداتِ قلبی کا فیضان یوں ظہور پذیر ہوتا ہے۔

○ ۔ چراغ، سورج، کرن، ستارا
غزل میں سارے خطاب تیرے
○ راحت، بہار، چاندنی، خوشبو، دھنک، صبا
یکجا کریں جو سب کو تو بنتا ہے تیرا نام!

اور کبھی چاہت کی کلیوں کو سیراب کرنے کے لیے رگِ جاں سے ان دیکھے سوتے پھوٹ نکلتے ہیں۔ گرم ہوا بھی چھُو لے تو پھولوں کی چیخیں تک سنائی

Marfat.com

دیتی ہیں ۔ یادوں کا زہر امرت اور آنسو آبِ حیات بن جاتے ہیں ۔

برسا رہا ہے روح پہ زنگوں کی بارشیں
دھرتی سے آسمان تک پھیلا ہے تیرا نام

ذہنی پاکیزگی کلام کا جزوِ اعظم ہے کیونکہ طہارت ادب کا تقاضا ہے ۔

شائد لبوں کا لمس ادب سے تھا ماورا
پلکیں ملا کے دُور سے چوما ہے تیرا نام

دراصل فنکار وقت کی سُر تال سے جو کچھ سیکھتا ہے اس کے لحن و لہجے میں دل کے اِکتارے اور زبان سے سود سمیت معاشرے کو لوٹا دیتا ہے نرسے اور استھائیاں تخلیق کرنے کا فن مفت میں ہاتھ آجاتا ہے ۔

کسی کے چہرے کی گرد دھونے کی آرزو اور جستجو میں
غبارِ غم بن کے اسکی راہوں میں خود بھی کوئی بکھر چکا ہے

یہاں شاعر انفرادیت اور اجتماعیت کے دوراہے پر ستانے سوچنے اور فیصلہ کن اقدام کے لیے رک سا گیا ہے ۔

میں آگ بنوں ، تو لہر اور ڑھے
یہ دشت میرے ، چناب تیرے
کچھ ایسے دُکھ سُکھ کو بانٹ لیں ، آ
عذاب میرے ، گلاب تیرے

شاعر نے بقائمی ہوش و حواس انفرادیت کو اجتماعیت پہ قربان کرنے کا فیصلہ کر کے فن کو امر کرنے کا تہیہ کر لیا ہے ۔

Marfat.com

وقت کے ان دونوں چقماق پتھروں کے ٹکراؤ نے جس ابدی شعلے کو زندگی دی ہے اسکی حرارت نے ایک ہمہ جہت فنکار کے فن کو عمر دوام بخش دی ہے۔

آج کل معاشرے کی روندی ہوئی قدروں کی نذر کچھ خوبصورت اشعار!

ے کون بتائے آخر، کس کو، کس نے، کتنا لوٹا ہے
بستی بستی، چوروں نے بھی شور مچانا سیکھ لیا ہے

●

ے کاٹی ہیں میرے ہاتھ کی، ظلم نے انگلیاں
کیسے جلائے شہر میں، میرا ہنر، دیا

●

ے یہ کیسا در ہے یارب کہ شر کی بستی میں
عذابِ جاں ہے ہمارا شرافتیں رکھنا

●

ے اک ہاتھ چنتے چنتے کانٹے لہو میں تر ہے
اک ہاتھ جل گیا ہے شمعیں جلا جلا کر

●

ے وہی اداسی، وہی سفر ہے، وہی درندے، وہی خطرے!
وہ جس میں اگنے تھے چاند تارے وہ شہر جنگل سے بھر چکا ہے

Marfat.com

انوار فریدی کی شاعری مرگِ صدا، سہمی ہوئی خوشبو، آنکھیں اک لٹا گھر۔ زہر میں زمزم، خوابوں کے گہنائے سورج اور حنائے زخم جیسی زندہ ترکیبوں فکری استعاروں اور پُر مقاصد مضامین کی مُنہ بولتی اور جذبوں کی بند گرہیں کھولتی شاعری ہے جسے آج کی بانگِ درا پہ گزشتہ سے پیوستہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

ہائیکوز، غزلوں، نظموں اور قطعات وغیرہ پر مشتمل مجموعہ کلام۔ "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا"۔ نہ صرف نذرِ قارئین ہے بلکہ اُردو ادب میں بھی ایک خوبصورت اضافہ ہے۔

مسرت حبیب زیبا
(کویت)

Marfat.com

کربؔ کی دھوپ میں لپٹی ہچکیوں کا سفرنامہؔ

زخموں کی طرح ٹپکتی اور رتجگوں کے دھوئیں میں لپٹی آنکھیں اور شعلوں کی طرح دہکتے ہوئے احساسات رکھنے والوں کو اداسیوں اور سسکیوں کے نوحے تراشتے ہوئے میرے خوں چکاں قلم کی لہولہو جنبشوں کا سلام پہنچے۔

میں اس مجموعۂ کلام "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا" کی صورت میں اپنے عہد کی شکست و ریخت کی آواز میں لپٹی کوبہ کو پھیلتی ہوئی ہچکیوں اور پلک پلک اترتے ہوئے آنسوؤں کو سسکتے تڑپتے الفاظ کی ہتھیلیوں پہ سجا کر حساس دلوں اور گداز دھڑکنوں کے سپرد کر رہا ہوں۔ اس اطمینان کے ساتھ کہ اس مجموعۂ کلام کی کیفیات میں اترنے اور ڈوب جانے کا حق صرف حساس دل ہی ادا کر سکتے ہیں۔

دور تا حدِ نظر ایک خاردار جنگل اپنی تمام تر وحشتوں کے ساتھ میرے سامنے ہے۔ کہرام مچاتی۔ بے معنی آوازوں کا گھنا جنگل۔ سبز خوابوں کا لہو پینا اور محرومیوں کا سیاہ دھواں اگلتا سلگتا اور گیلا جنگل۔ کرنوں کو ترسے ہوئے دریچوں سے اترتی وحشتوں اور دیوارِ جاں پہ پھیلتی بڑھتی دراڑوں کا موت کے سائے بانٹتا اندھا جنگل۔ بے حسی، بے ضمیری اور مفاد پرستی کی تند و تیز اور زہریلی ہواؤں سے گونجتا جنگل۔ سازشوں سے لبریز دماغوں اور نفرتوں کے تاریک روزنوں سے جھانکتی کدورتوں کا کالا جنگل، محبتوں اور چاہتوں کی بے گور و کفن لاشوں پر رقص کرتی ہوئی منافقت

Marfat.com

کا ہرا بھرا جنگل ـــــ سونے چاندی کے کھنکتے سکّوں کے اشاروں پر طوائف کی طرح ناچتے ہوئے قانون کے پاؤں میں بندھے انصاف کے گھنگھروؤں کی ماتمی صداؤں کا چیختا جنگل ـــــ اپنوں ہی کی گولیوں کی گھن گرج میں اپنوں ہی کے سینوں سے اُبلتے چھلکتے خون کے فوّاروں اور سُرخ دھاروں کا لہراتا جنگل ـــــ گوشت پوست کے بنے ہوئے انسانی جُثّوں میں دھڑکتے سجتے سنگ صفت دِلوں کا پتھریلا جنگل ـــــ دانش کے نُور سے محروم اور احساس سے عاری نام نہاد رہبروں اور محافظوں کے ناکارہ ذہنوں، تعفّن زدہ جسموں، مفلوج رویّوں، زہر اُگلتی سوچوں، شرارے اُبلتے نفظوں اور بدباطنی کی کوکھ سے جنم لینے والے دعوؤں اور وعدوں سے شبِ تاریک کی طرح پھیلتی بے یقینی کی صلیب پر لٹکتے زخم زخم خوابوں کا سِسکتا جنگل ـــــ دائیں بائیں، آگے پیچھے، ایک ہی سماں اور ایک ہی منظر!

اِک بستی کے حالات نہیں، اِک دو قریوں کی بات نہیں
ہر نگری میں، ہر گلشن میں، ہر مسکن میں، ہر آنگن میں
صحراؤں میں، کہساروں میں، ان گلیوں میں، بازاروں میں
ہر خواب کو ظلمت چاٹ گئی، ہر آنکھ میں کاجل پھیل گیا
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی، ہر شہر میں جنگل پھیل گیا"

یہ معاشرہ، یہ ماحول جبر کی زہریلی ہواؤں، محرومیوں اور ناآسودگیوں کا وہ منظر نامہ ہے جہاں بہار اور پیار کے نغمے الاپنے والی مترنم کوئلیں زخمی ہو چکی ہیں۔ جہاں دھنک رنگ پَروں والے مور سہمے اور امن کی فاختائیں خُون میں تر ہیں، جہاں تیتریاں بھُوک کے آہنی شکنجوں اور نوکیلے پنجوں میں کراہتی اور بس کراہتی چلی جا رہی ہیں۔ جہاں پرندوں کے پَر بندھے اور درندے

Marfat.com

کُھلے عام دندناتے پھر رہے ہیں۔ لومڑ، شیر کی کھال پہن کر اترانے اور کوّے ہنس کی چال چلنے میں مصروف عمل ہیں، جہاں زہریلے سانپ آستینوں میں پلتے اور سینوں پہ رینگتے ہیں اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک

ع ہر شاخ پہ اُلّو بیٹھا ہے انجامِ گلستاں کیا ہوگا

گیدڑ اناج کا رکھوالا ہو یا لیڈر سماج کا، اب تو کوئی فرق ہی محسوس نہیں ہوتا نسلیں یوں کٹتی ہیں جیسے فصلیں کٹ رہی ہوں۔

ہم کُوبہ کُو پھیلتی ہوئی منافقتوں، ناانصافیوں، وحشتوں، بے یقینیوں، محرومیوں اور اذیّتوں کے گھنے جنگل میں گھرے ہوئے لوگ ہیں۔ آرزوؤں اور تمناؤں نے اپنی شفّاف جبینوں پر جن منزلوں کا پتہ تحریر کیا تھا، شاید وہ وقت سے پڑھا نہیں گیا۔ زندگی کے سال ڈاچیوں کی طرح سنہرے خوابوں کی گھنٹیاں بجا بجا کر گزرتے جا رہے ہیں اور صرف گزرتے ہی جا رہے ہیں، کہیں پہنچ نہیں پا رہے۔ پتہ نہیں ہم زندگی گزار رہے ہیں یا زندگی ہمیں گزار رہی ہے۔ ہم لمحے کاٹ رہے ہیں یا لمحے ہمیں "کاٹتے" چلے جا رہے ہیں۔ ہم تو ہنستے بھی ہیں تو لگتا ہے جیسے وقت ہم پہ ہنس رہا ہو۔ آنکھوں میں اب خواب نہیں عذاب اترتے ہیں۔ نیندیں نہیں رتجگے لہراتے ہیں۔ ہونٹوں پہ مُسکراہٹیں نہیں، مُسکراہٹوں کا ماتم بکھرتا ہے۔ اب محبتوں کے دھیمے دھیمے زمزمے نہیں نفرتوں کی چنگھاڑ گونجتی ہے۔ اب آنگنوں میں چاہتوں کی تتلیاں نہیں، کدورتوں کی بجلیاں رقص کرتی ہیں۔ لہو اب سفید نہیں ہوتا، کالا ہو جاتا ہے۔ کبھی الفتیں ضرورت ہوتی تھیں۔ اب ضرورتیں ہی اُلفت ہیں۔ ہم صرف سانس لیتے ہیں۔ جیتے نہیں، عُمریں گزرتی جا رہی ہیں اور زندگی وہیں کی وہیں کھڑی ہے۔ دم بخود اور حیران و پریشان۔ بقول "پلکوں پار سمندر"

Marfat.com

عُمر ہے بہتے ہوئے پانی کے دھارے کی طرح
زندگی جامد ہے دریا کے کنارے کی طرح

اب تو محروم اور مرحوم ہونے میں بھی فرق نہیں رہا۔ احساس لاشوں میں وجود قبروں اور چہرے کتبوں میں ڈھلتے جا رہے ہیں اور آنکھیں ان چلتے پھرتے مزاروں کے جلتے بجھتے چراغ ہی تو ہیں۔

یہ معاشرہ چلتی پھرتی لاشوں اور مزاروں کا معاشرہ ہی تو ہے، جو اپنے مضمحل کاندھوں پہ بے سود مسافتوں کا بوجھ لیے، وجود پہ صدیوں کی تھکن اوڑھے اور سروں پہ اپنی بجتی کھنکتی ہڈیوں کی گٹھڑیاں اُٹھائے شب و روز اپنے آپ کو گھسیٹنے اور بس گھسیٹنے ہی کے جاں گداز عمل سے گزرتا رہتا ہے۔ اور پھر ان ہڈیوں کی چٹخ سے اُٹھنے والی گونج اس غزل کا رُوپ دھارے اس منظر نامے کا ماتم کرتی دکھائی دیتی ہے۔

چہرۂ حالات کا بدلا ہُوا تیور ہُوں مَیں!
وقت کی آنکھوں کا اک چھلکا ہوا ساغر ہوں مَیں
رہگذر کی گرد میں لپٹا ہُوا میرا نصیب!
کیا کسی کو دوش دُوں، کہ راہ کا پتّھر ہوں مَیں
اپنے ہاتھوں سے بجھائے میں نے اپنے سب چراغ
گرد گیا جو اپنے ہی سینے میں وہ خنجر ہوں — مَیں
اشک ہیں خوابوں کے قبرستان کے جلتے دیئے
زندگی ہے قبر میں، خود قبر سے باہر ہوں مَیں

انسانی اقدار کے اس عہدِ تنزّل کو مادی اور سائنسی ترقی کی تمام تر تیز رفتاری کے باوجود ارتقاء کے نام سے موسوم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر انسانیت

Marfat.com

اور محبّت کی عظیم اقدار پر یقین نہ رہے تو قلبِ انسانی میں ایک ایسے خلاء کا پیدا ہونا ناگزیر ہوجاتا ہے، جسے کوئی اور جذبہ پُر نہیں کرسکتا۔

رابرٹ بریفالٹ" THE MAKING OF HUMANITY

میں رقم طراز ہے کہ "اگر انسان بادلوں سے اُونچا اُڑنے لگ جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسانیّت کی سطح بھی اُتنی ہی بلند ہوگئی ہے اور نہ ہی سو میل فی گھنٹہ کی رفتار کے معنی ترقی ہیں بلکہ انسانی معاملات اس سے کہیں گہرے ہوتے ہیں۔"

اس موجودہ نام نہاد ارتقاء کے بارے میں ڈین انج لکھتا ہے

"اگر آج کی دُنیا کی حالت کو دیکھا جائے تو مجبوراً مجھے ہکسلے کے اس نتیجے سے متفق ہونا پڑے گا کہ ترقی کے مسلّمہ معیار کے مطابق اس دور کی ترقی ، ترقی نہیں بلکہ تنزّل ہے۔"

(THE FALL OF IDOLS)

اس عہدِ بے مایہ کا تمام تر دارومدار بددیانتی، بدمعاملگی، وعدہ خلافی فریب دہی، کذب ونفاق اور مکروافتراق کے سوا اور کیا ہے؟ جو سب سے زیادہ کامیابی سے دھوکا دے سکے وہی سب سے بڑا مدبّر، جو جس قدر زیادہ صفائی سے جھوٹ بول سکے وہ اسی قدر دانا، جو روشنی کے نام پر جس قدر مکروفریب کے ساتھ دوسروں کی آنکھوں پر پٹی باندھ سکے وہ اتنا بڑا رہبر، جو جتنا بڑا لُٹیرا، ظالم اور جابر وہ اسی قدر قابلِ عزّت وتکریم۔ جو جتنا بڑا بددیانت، چور اور خائن وہ اتنا بڑا امین۔ اور جو جس قدر پیار، محبّت اور اخلاص کا پیکر وہ اتنا ہی زیادہ مشکوک اور جو حالات کا مارا جس قدر زیادہ غریب، مجبور اور مفلس وقلاّش وہ اتنا ہی

Marfat.com

قابلِ نفرت، لائقِ تضحیک اور کمّی کمین۔ اس مجبور و ناتواں طبقے کی حالتِ زار کا ذکر کرتے ہوئے بیسویں صدی کا ایک معروف فلسفی اور ادیب خلیل جبران (المتوفّٰی ۱۹۳۱ء) لکھتا ہے:

"غریب کی ناتواں ہستی سینۂ زمیں پر بوجھ سمجھی جاتی اور بے مہر دنیا کے ہاتھوں برباد کی جاتی ہے اور پھر کسی خزاں رسیدہ پتّے کی طرح نوچ کر پھینک دی جاتی ہے۔ گناہِ غریبی نے اُس کی راہ کو پُرخار بنا دیا ہے اور عرصۂ حیات کو بے حد طویل اور بھاری۔ جیسے وقت کی سوئیاں پیچھے مُڑ کر رہ گئی ہوں۔ پھر مصائب کا ہولناک سمندر ہے۔ دُکھوں کی گرجتی ہوئی موجیں ہیں اور تکالیف کے مدّ و جزر۔ اس کی نگاہیں دُور اُفق پر کسی چیز کو تلاش کرتی اور غمناک آنکھیں دریائے الم میں تیرتی رہتی ہیں۔ اس کے اداس چہرے پر رنگتِ ملال لمحہ بڑھتی چلی جاتی ہے اور پھر اسی طرح قیدِ حیات پوری ہو جاتی ہے جس طرح ہوا کے جھونکے سے ایک ٹمٹماتا ہُوا چراغ گُل کر دیا جائے۔ اس کے ارمانوں کے ہجوم پر یاس کی اوس پڑتی اور ہر گزرتی گھڑی سوگوار بنتی چلی جاتی ہے اور یوں زندگی ناکام آرزوؤں کا فسانہ اور ہیبت ناک خواب کا رُوپ دھار لیتی ہے اور یہ تمام صرف اس جرم کی پاداش میں ہے کہ بے چارہ غریب، غریب ہے۔"

(حکایتِ دل ص ۹-۱۰۸)

گویا غربت ایک جُرم ہے، سنگین جُرم اور گناہِ غریبی کے اس گنہگار اور مجرم کو زندہ رہنے کا بھی کوئی حق نہیں۔ نہ اُس کے جذبات کی کوئی اہمیت نہ اس کے احساسات کی کوئی حیثیت۔

بقول "پگھل جائیں گی زنجیریں"

Marfat.com

گہر پاتال میں، مٹی میں ہیرے رُلتے دیکھے ہیں
ہماری آنکھ نے پھُولوں میں پتھر تُلتے دیکھے ہیں
غریبوں کے ہزاروں اشک بھی جن کو نہ دھو پائیں
وہ دھبّے زر کے کچھ قطروں سے ہم نے دُھلتے دیکھے ہیں

جہاں عزّت وعظمت اور اخلاق وشرافت کا معیار فقط دولت وزر ہی قرار پا جائے، جہاں دوسروں کے دُکھ دَرد کے افق سے طلوع ہوتی پلکوں کی نمی کو مفادات کے گھنے جنگلوں کی زہریلی ہوائیں چاٹ جائیں۔ جہاں انسانیت کی پہچان کے پیمانے ہی بدل چکے ہوں، جہاں آنکھوں میں موجزن محبّت، خلوص اور وفا کا سمندر ایک افسانہ اور جہالت وبے ضمیری کی کھُردری اور سیاہ ہتھیلیوں پر دھرے زر کے کچھ قطروں کی چمک ہی ایک ابدی حقیقت قرار پا جائے وہاں یہی کچھ نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا!
یہاں کل بھی یہی کچھ تھا اور

آج بھی لپٹی ہوئی ہیں تن بدن سے وحشتیں
رات سے تاریک اپنی رہگذر ہے آج بھی
عظمتِ انسان کا معیار کل بھی زر ہی تھا
عظمتِ انسان کا معیار زر ہے آج بھی

اس معاشرتی ناہمواری اور غربت وافلاس کے شکنجوں میں جکڑا اور زر وسیم کے پیمانوں پر انسان کو ناپتی، تولتی اور پرکھتی آنکھوں میں گھرا ایک مفلس اور مجبور حالات کی اِن چیرہ دستیوں کو دیکھتا ہے، تو پُکار اُٹھتا ہے۔

نگاہیں میرے گرد آلود چہرے پہ ہیں دُنیا کی
جو پوشیدہ ہے باطن میں وہ جوہر کون دیکھے گا

Marfat.com

یہاں تو سنگِ مرمر کی چمک پہ لوگ مرتے ہیں
مرے کچّے مکاں، تیرا کھُلا در کون دیکھے گا

ہماری معاشرتی زندگی اور ماحول سراسر میکانکی تصورِ حیات کا آئینہ دار بن چکا ہے، جس سے اُن جذبات واحساسات کی نمو نہیں ہوتی جو دِل کی انتھاہ گہرائیوں سے اُبھرتے اور افقِ حیات پہ چھا جاتے ہیں۔

اس میکانکی نظریہ حیات کی رو سے تمام کائنات اور خود انسان کی حیثیّت اس مشین سے مختلف نہیں جس میں حرکت تو ہوتی ہے، لچک نہیں، وہ ان تمام ترحسیّاتِ لطیفہ سے عاری ہوتی ہے، جن سے جذب و ادغام باہمی مودت ومحبّت، ایثار وخلوص اور احسان ومروّت کے روح افزا سوتے پھُوٹتے ہیں۔ اسی حقیقت کو بے نقاب کرتے ہوئے علاّمہ اقبالؔ نے کہا تھا: ؎

ہے دِل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

اور جب لوگ زندگی اور اس کے حقائق کو ریاضی کی مساواتوں، فزکس کے میکانکی نظریوں، اور کیمسٹری کے غیر نامیاتی (INORGANIC) قاعدوں کی رو سے حل کرنے کی کوشش میں مگن ہوں تو نتیجتہً زندگی کے لطیف پہلو اور احساسات نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور یوں وہ انسانوں سے ایک "لٹھ" کا روپ دھار لیتے ہیں۔ جنہیں کلامِ الٰہی کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ (گویا وہ خشک لکڑیاں ہیں جنہیں لباس پہنا دیا گیا ہو) سے تعبیر کرتا ہے اور یوں وہ معاشرہ خُشک لکڑیوں اور بے برگ وثمر

Marfat.com

درختوں کا ایک جنگل بن کے رہ جاتا ہے اور پھر اس معاشرتی کیفیّت کو کلامِ الٰہی " تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى " (بظاہر ایک جگہ جمع لیکن ان کے دِل جُدا جُدا) کے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ اس طرح انسانوں کے اس ہجوم میں یہ کیفیّت ایک ناسور کی طرح پھیلی دکھائی دیتی ہے جہاں

ع دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا

اگر ہم اپنے سیاسی حالات اور ماحول کا جائزہ لیں تو ہمیں یہاں عملی طور پر میکیاؤلی (۱۵۲۷ — ۱۴۶۹) ہی کا نظریہ کارفرما نظر آتا ہے۔ جس کے مطابق ہر وہ حربہ جس سے اقتدار کی قوّت بڑھے نہ صرف جائز بلکہ مستحقِ ستائش ہے اور ہر وہ فریب جس سے کامیابی کا امکان ہو وہی قابلِ صد تحسین ہے۔ اس نظریۂ سیاست کے مطابق عدل و انصاف صرف قوّت ہی کا نام ہے اور حق اسی کا ہے جس کے پاس قوّت ہے۔

نامی کتاب جسے میکیاؤلی سیاست کا صحیفہ (THE PRINCE) سمجھا جاتا ہے اس میں میکیاؤلی رقمطراز ہے۔

" جو بادشاہ اپنے پاؤں مستحکم رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ بدی کس طرح کی جاتی ہے اور اس کے لیے کون سا وقت سب سے زیادہ موزوں ہے۔ اس میں خوبیوں کا ہونا ضروری نہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ بظاہر معلوم ہو کہ اس میں خوبیاں موجود ہیں۔

وہ بظاہر ایسا دکھائی دے کہ وہ بڑا رحم دِل، وفا شعار، نیک اطوار مذہب پرست اور صداقت پسند ہے۔ اس میں چنداں مضائقہ نہیں، اس میں ان سے کوئی خوبی سچ مچ پیدا ہو جائے۔ لیکن یہ نہایت ضروری ہے کہ اُس کے دل کی حالت ہمیشہ ایسی رہے کہ جونہی وہ دیکھے کہ مصلحتِ وقت کا تقاضا

Marfat.com

ہے کہ اب اس خوبی کو یکسر علیٰحدہ کر دیا جائے تو وہ بلا تامّل و توقف اس کے خلاف عمل کر سکے۔

(CHAPTER 8th)

ہمارے اربابِ سیاست کا کردار کیا میکیاؤلی کے اس نظریۂ سیاست سے مختلف ہے ؟ ان کے عوامی ہمدردیوں سے مزیّن بیانات، خطابات اور بلند و بانگ دعوؤں کو دیکھیں تو لگتا ہے کہ جیسے

ع سارے جہاں کا دَرد انہی کے جگر میں ہے

لیکن ان کے اعمال و افعال کا جائزہ لیا جائے تو

ع آستیں میں دُشنہ پنہاں، ہاتھ میں خنجر کُھلا

کی کیفیّات اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ نقطۂ کمال پہ فائز دکھائی دیتی ہیں۔

CAVOUR جسے متحدہ اطالیہ کا معمار کہا جاتا ہے۔ کہا کرتا تھا کہ

"اگر ہم وہی کچھ اپنی ذات کے لیے کریں جو کچھ ہم نے مملکت کے لیے کیا ہے تو ہم کتنے بڑے شیاطین کہلائیں"۔ مگر یہ اربابِ سیاست ملک و قوم کے ساتھ یہ "شیطانیاں" کر کے بھی معزز کے معزز ہی رہتے ہیں۔ بقول کسے

تمہاری زلف میں پہنچی تو حُسن کہلائی
وہ تیرگی جو مرے نامۂ سیاہ میں تھی

تو جب معاشرے کے سیاسی اور سماجی حالات اس سانچے میں ڈھل جائیں کہ رگیں چھیلتی جراحتیں اور زخم بانٹتی ہوائیں ایک تسلسل کے ساتھ روزن روزن اترتی اور دَھڑکن دَھڑکن پھیلتی جا رہی ہوں تو وہ معاشرہ کیا انسانی معاشرہ کہلا سکتا ہے ؟

MAX EAST MAN اس انسانی جنگل کی دگرگوں حالت کو دیکھ کر

Marfat.com

پکار اُٹھا کہ :

"کوئی زندہ اور باہوش انسان جو ذرا اس امر کا تصوّر کرلے کہ یہاں ہو کیا رہا ہے تو اس قسم کی دُنیا میں ایک ثانیہ کیلئے بھی رہنا گوارا نہ کرے"۔

(ANNIHILIATION OF MAN)

بقول "پکوں پار سمندر"

جسم ہے میرا یہاں آباد لیکن دل نہیں
جی رہا ہوں جس میں یہ دُنیا مرے قابل نہیں

افراتفری کے اس ماحول پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر ولیم سٹیکل (W. STEKEL) لکھتا ہے

"چوری ایک مہذّب جرم بن چکی ہے، صرف اُس کا نام بدل گیا ہے۔ اب اسے کاروبار (BUSINESS) کہا جاتا ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی قیمت نہیں رہی۔ قتل ایک عام بات ہو چکی ہے۔ سرمایہ شہنشاہِ مطلق ہے۔ معاشرہ کی شرم کا اب احساس تک نہیں رہا۔ اب صرف اُسے شرم آتی ہے جو دوسروں کا خُون چوسنے میں ناکام رہ جاتا ہے"۔

اس ہولناک تباہی کے اصل باعث پر گفتگو کرتے ہوئے مشہور امریکی مؤرخ DORSEY کہتا ہے کہ

"اس معاشرتی تباہی کا سبب نہ تو بڑے بڑے مجرم ہیں، جن سے ہم لرزاں رہتے ہیں اور نہ ہمارا افلاس جس سے ہم فارم ہیں بلکہ اس کا اصل باعث وہ معاشرتی نظام ہے جو منافقت اور فریب کی بنیادوں پر قائم ہے اور اس کے ساتھ یہ قانون کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس"۔ (CIVILISATION)

یہ احساسات صرف مغربی مفکرین ہی کے نہیں بلکہ دردِ دل اور زندہ

Marfat.com

احساس رکھنے والے ہر اس شخص کے ہیں۔ جس کے پیچھے ایک عفریتِ بے پناہ ہے اور سامنے کوہِ آتش فشاں سے اُمڈ کر آنے والا آگ کا سیلاب۔ یہ تاثرات عمومی کرب سے دوچار ہر اس فرد کے ہیں جس کی ایک ایک شریان خون کا فوّارہ بن چکی ہے۔ یہ چیخ و پکار اُس بے بس انسان کی ہے جسے کسی جنگل میں چاروں طرف درندوں نے گھیر رکھا ہو اور اردگرد اُبھرنے والی آہٹیں اُسے موت کا پیغام بن کر سنائی دے رہی ہوں اور باہر نکلنے کا راستہ بھی سجھائی نہ دے رہا ہو، جو اپنے گردوپیش نگاہ دوڑاتا ہے تو اس کا رواں رواں پکار اُٹھتا ہے۔

؎ وہی اداسی، وہی سفر ہے، وہی درندے، وہی خطر ہے
وہ جن میں اُگتے تھے چاند تارے، وہ شہر جنگل سے بھر چکا ہے

اس شبِ تاریک کے اذیت ناک جبر میں اس کے شبنمی احساس میں محرومیوں کا گھلا ہُوا زہر اس کی بے بسی کی چیخ بن کر ان اشعار میں ڈھل جاتا ہے۔

کچھ کم نہیں تھیں دن کی دہکتی اذیتیں
ہمراہ لے کے آئی ہے شب بھی اذیتیں
یارب لہو اگلنے لگی زندگی مری
اب تو کوئی سمیٹ لے میری اذیتیں

عصرِ حاضر کے اس کرب ناک ماحول میں سانسیں گنتے اور ہچکیاں بھرتے ہوئے بے بس انسان کی انہی چیخوں کو میں اپنی شاعری کے جوفِ سینہ میں انڈیلتا اور انہیں ہوک بنا کر کاغذی پیرہن پہنا دیتا ہوں اس مجموعۂ کلام میں

Marfat.com

ع میرے پاؤں میں وہی غم کا بھنور ہے آج بھی
ع چہرۂ حالات کا بدلا ہوا تیور ہُوں میں
ع کبھی لبوں پہ بچھا لیا چُپ کا جال میں نے
ع جو میرے ہر غم کو اپنے سینے لگا کے روتا، کوئی تو ہوتا
ع کفِ وجود پہ رکھا ہُوا عدم ہُوں میں

جیسی غزلیں اور یاد، خزاں، اے کاش اور الوداع وغیرہ جیسی نظمیں ناآسودگیوں کے جہنم میں جلتے ہوئے ان کروڑوں انسانوں کے جذبات کا اظہار ہے جن کے شب و روز اپنے ہی آنسوؤں کے چناب پار کرتے بسر ہو رہے ہیں اور جن کے پاؤں میں محرومیوں کے بھنور بندھے ہیں۔ میری اس "میں" کے اندر پورا معاشرہ آباد ہے۔ فنکار جب تک اِرد گرد بکھری ہوئی ہچکیوں، آنسوؤں اور آہوں کو اپنی رگِ جاں میں نہیں پروتا اس کا فن نکھرتا نہیں۔ یہ "میں"، "میرا"۔ اور "میرے" جیسے متکلم کے الفاظ ایک ایسی اکائی ہوتے ہیں جن کی رگوں میں لاکھوں، کروڑوں انسانوں کے احساسات کا لہو دوڑتا ہے اور یوں ہر دل کی دکھن میری شاعری کا اثاثہ اور ہر سینے کا زخم میرے فن کا سرمایہ ہے۔ بقول فیض احمد فیض :

"اپنے من میں ڈوب کر صوفی کو تو شاید زندگی کا سراغ مل سکے، لیکن ایک ادیب یا شاعر کو یہ سراغ لگانے کے لیے اپنے من ہی میں نہیں اپنی ہم عصر انسانی برادری کے من میں بھی ڈوبنا پڑتا ہے۔ اسے یہ جوہر ودیعت ہی اسی لیے کیا گیا ہے کہ کم نگہ اس کی آنکھوں سے نیک و بد کو پہچان سکیں۔ اور کج مُج زبان اس کی زبان سے اپنے درد و کرب، غیظ و غضب یا امید و طرب کا اظہار کر سکیں۔"

Marfat.com

اضطراب کے۔ دہکتے سورج کے سائے سائے میں جب اپنے فنی سفر پہ نکلتا ہوں تو احساس کی دیواروں پہ جمی باتیں قطرہ قطرہ پگھل کر شاعری کا روپ دھارتی چلی جاتی ہیں۔ اداسیوں کے اُجاڑ رستوں پر کٹھن محرومیوں کے زرد پتّے چُنتے ہوئے اِک ہجومِ بیکراں کے اس منظر نامے میں میری بصارتوں کے لیے کوئی پُرسہ نہیں۔ میری سماعتیں اُجاڑ آنکھوں کے ویران روزنوں کے اُس طرف ستارے پھانکتی اندھی ہواؤں کے شور کی زد میں ہیں۔ یہ دہکتی ہوئی گلیوں میں تیزی سے اترتا ہُوا زہریلی باس کا مُہلک جادو۔ شفّاف تمنّاؤں کے ریشم میں لپٹے خوابوں کے سِسکیاں لیتے اور بُجھے بُجھے جاں بہ لب جگنو، رگِ جاں میں تیزاب کی صورت مرگِ صدا کے اُترتے ہوئے بے کنار سنّاٹے، خوشبوؤں کو زخم دیتی خنجر بکف اور زہر آلود ہوائیں، سہمی سہمی اداس شاموں کے احوال پہ ماتم کرتی بے نور صبحیں، اُجڑی اُجڑی ویران صبحوں کے اضطراب کی بے رنگ ہتھیلیوں پر نوحے لکھتی بے رُوح شامیں، مقتلوں کے میلے میں رقص کرتے ہوئے جبر و استبداد کی خونی جھنکار، جسموں سے لمحہ لمحہ لہو نچوڑتے ہوئے روگ، پلکوں کی بھیگی بھیگی جھالروں کے اُس پار آگ پیتی اور شرارے اگلتی سوچیں، شہر شہر جنازوں میں ڈھلتی ہوئی گل بکف تمنّاؤں کی سیج، چہرہ چہرہ شادابیوں کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہوئی دَرد کی راکھ، قدم قدم سازشوں اور منافقتوں کے عذاب، شہر گوں میں محرومیوں کے ٹوٹتے ہوئے نشتر، قتل گاہوں کا رُوپ دھارتے ہوئے چوراہے اور بازار، بستیوں کے چار جانب کراہتی خواہشوں، جاگتے زخموں، ہانپتے سانسوں، بھڑکتے شعلوں، ٹوٹتے خوابوں، بدلتے رنگوں، سُلگتی آنکھوں، بھیگتی پلکوں، اُجڑتی نیندوں، تڑپتی آسوں، چیختی ہچکیوں، ڈوبتی نبضوں، دہکتی سوچوں اور

Marfat.com

بکھرتی چیخوں کے سلسلہ دَر سلسلہ پھیلتے ہوئے سنگین دائرے۔ بے جہت راستوں کی جگر سوز تھکن کے کوہِ گراں تلے دبے نیم مُردہ انسانی ڈھانچے، حنا کے نُور سے محروم ہتھیلیاں، گلستانوں کی حفاظت پر مسلّط آتش فشانیاں، آتے جاتے گونگے بہرے لمحوں کی ڈور سے بندھی ہوئی تنہائیاں، بجھتی آنکھوں کے بوسیدہ فانوسوں کو کرن کرن چاٹتے ہوئے شب تاب اندھیرے، محبّتوں اور چاہتوں کے عوض سینوں میں گڑتے اور بے حمیّتی کی ہواؤں میں لہراتے ذِلّتوں کے پرچم۔ روشنی کو ترسے ہوئے تاریک دریچوں سے اترتی ہوئی مُنہ زور وحشتیں اور دھڑکنوں کے اکھڑے ہوئے خیموں میں ہچکیاں بُنتی اداس زندگی۔ میری شاعری انہی آتش بکف اور رُوح فرسا منظروں میں احساس کے جلنے، تڑپنے، سُلگنے اور پگھلنے کے دِل خراش اور اذیّت ناک عمل سے عبارت ہے۔

میرا فن اپنے عصری تقاضوں سے اغماض اور بے نیازی کے جرم کا مُرتکب ہوا ہے نہ ہوگا۔ میری شاعری اپنے عہد کی شکست و ریخت کی آواز اور کرب کی دُھوپ میں لپٹی ہچکیوں کا ایک سفرنامہ ہے۔

اس مجموعۂ کلام کا انداز، اسلوب اور مزاج "نوائے انقلاب" یا "پگھل جائیں گی زنجیریں" سے مختلف ہے۔ اس میں ظاہراً آپ کو انقلابی للکار یا یلغار کی کوئی گھن گرج سُنائی نہیں دے گی۔ اگر شعلوں کی طرح لہراتی اور بجلیوں کی طرح لپکتی انقلابی صدائیں ایک جذبہ ہیں تو انسانی دکھوں کی خالی ہتھیلیوں پر دھرے ہوئے آنسوؤں کے چراغ بھی تو ایک جذبہ ہیں۔ ہر آواز ہر جذبہ اور ہر احتجاج بھی تو لفظوں کے سانچے میں نہیں ڈھلتا، کچھ آوازیں، کچھ جذبے اور کچھ احتجاج آنسوؤں کا رُوپ دھار کے خاموشی کی زبان بھی تو بولتے ہیں

Marfat.com

احساس کی سماعتیں زنگ آلود نہ ہوں تو پلکوں کا یہ گونگا پانی بھی ایک گونج بن کر چاروں اور بکھرتا دکھائی اور سُنائی دیتا ہے۔

؎ صدا کھو جائے غم کے جنگلوں میں
تو دُکھ اپنے دریچے کھولتے ہیں
بیاں آواز کا محتاج کب ہے
زباں چُپ ہو تو آنسو بولتے ہیں

میرا یہ مجموعۂ کلام دُکھوں کے میلے میں رقص کرتے ہوئے اُن آنسوؤں کی جھنکار ہے، جن کی کوکھ سے انقلاب جنم لیتے ہیں۔ یہ ان فلک شگاف چیخوں کا اظہار ہے جو انقلاب کا نعرۂ مستانہ بن کر رگوں میں گونجنے لگتی ہیں۔ دُنیا کا ہر انقلاب آنسوؤں ہی سے تراشا اور نکھارا جاتا ہے۔ جذبوں کے شعلے آنسوؤں ہی سے تُند ہوتے اور پھر لہو سے رنگ پکڑتے ہیں۔

اور یہ کوشش بھی میرے فن کا ایک اہم تقاضا ہے کہ کوئی انسانی جذبہ بے اظہار نہ رہ جائے۔ قلم کی نوک ضمیرِ آدم کی زبان ہوتی ہے۔ اگر ضمیرِ آدم ہی سسکیاں لے رہا ہو تو قلم مُسکرا نہیں سکتا۔

بقول میر:

ع دَرد و غم کتنے کئے جمع تو دیوان ہوا

اور بقول غالب:

ع پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

اور ویسے بھی ایک زندہ اور گہرا احساس رکھنے والا انسان یہاں آخر ہنسے بھی تو کس بنیاد پر؟ بقول کسے

یا تو دیوانہ ہنسے یا تُو جسے توفیق دے
ورنہ اس دُنیا میں آکر مسکراتا کون ہے

Marfat.com

کچھ یوں بھی سفرِ حیات میں دکھوں کی دُھوپ زیادہ اور خوشیوں کے سائے کم ہوتے ہیں۔ زیست کی انہی جلتی بجھتی راہوں پہ چلتے چلتے جب چھاؤں کا مرحلہ آتا ہے تو آنسو وقت کا کفن اوڑھ کر ہنسی کی خاک میں دفن ہو جاتے ہیں۔ اور جب آلام کا سُورج سوا نیزے پہ چمکتا اور دُکھ کا محشر بپا ہوتا ہے تو ہنسی کی قبر پھٹ جاتی ہے اور آنسو زندہ ہو کر اس قبر سے باہر نکل آتے ہیں۔ بقول خلیل جبران:

"ہم غموں کے بیٹے ہیں اور غم خدا کا سایہ ہے جو گنہگار دِلوں کے آس پاس اپنا گھر نہیں بناتا۔ ہماری روحیں اداس ہیں اور اداسی ایک بلند مرتبہ ہے جو حقیر روحوں کو نہیں ملتا۔ اے ہنسنے والو! ہم روتے ہیں نالہ و ماتم کرتے ہیں اور جس نے ایک مرتبہ اپنے آنسوؤں سے غسل کر لیا۔ وہ ابدالآباد تک پاک وصاف ہو گیا۔"

پھر یہ معروف فلسفی احساس سے عاری پتھر دِلوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

"ہم آہیں بھرتے ہیں اور ہماری آہوں کے ساتھ پھولوں کی سرگوشیاں، شاخوں کی سرسراہٹیں اور آبشاروں کے نغمے بلند ہوتے ہیں۔ لیکن تم ہنستے ہو اور تمھارے قہقہوں میں کھوپڑیوں کے پسنے کی آواز، بیڑیوں کی جھنکار اور دوزخ کی چیخ و پکار شامل ہوتی ہے — ہم روتے ہیں اور ہمارے آنسو زندگی کے دِل میں ٹپکتے ہیں۔ جس طرح شبنم کے قطرات رات کی پلکوں سے صُبح کے جگر میں اُترتے ہیں۔ لیکن تم ہنستے ہو۔ اور تمہارے متبسّم ہونٹوں سے قہر و غضب بہتا ہے۔ جس طرح سانپ کا زہر ڈسے ہوئے آدمی کے زخموں سے ٹپکتا ہے۔ ہم روتے ہیں، اس لیے کہ بیواؤں کی مظلومی و بے چارگی اور یتیموں کی بدبختی و

Marfat.com

بے دست وپائی کو دیکھتے ہیں۔ اور تم ہنستے ہو، اس لیے کہ تم سونے کی چمک کے سوا کچھ نہیں دیکھتے۔ ہم روتے ہیں، اس لیے کہ غریبوں کی کراہ اور مفلسوں کی پکار سُنتے ہیں اور تم ہنستے ہو، اس لیے کہ تم جام وساغر کی کھنک کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتے ہو۔ ہم روتے ہیں اس لیے کہ ہماری رُوح ذاتِ خدا سے جدا ہو کر جسم میں مقیّد ہو گئی ہے اور تم ہنستے ہو، اس لیے کہ تمھارے جسم راحت و اطمینان کے ساتھ مٹی سے چمٹے ہوئے ہیں۔

(بنفشہ کا پھول صـ ۱۰۶-۱۰۷)

یونانی المیہ نگار اسکائی لس نے کہا تھا کہ دِل پہ جمی گرد کو غم کا پانی ہی دھو سکتا ہے۔ گویا:

کھُل کر جو رو لیا تو مری رُوح دُھل گئی
آنسو جو کام کر گئے، دریا نہ کر سکا

حساس دِلوں، گداز دھڑکنوں اور دُنیا کی اصلیّت اور حقیقت کی تاریک گہرائیوں میں اترنے والی شفّاف آنکھوں کے لیے تو یہاں قدم قدم قیامتیں بپا ہیں۔ ان کا احساس ان حشر انگیزیوں کے جُھرمٹ میں خود سراپا حشر ہو جاتا ہے۔ اور یُوں وہ لمحہ لمحہ جلنے اور پگھلنے کے عمل سے گزرتے رہتے ہیں۔ انہیں ان کے احساس کو تابندہ رکھنے والے دُکھ، سُکھ سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں کہ یہ انہیں پتھر نہیں ہونے دیتے۔ انہیں جھوٹی مسرّتوں کے ظاہری لبادوں سے باطن کے کرب زیادہ محبوب ہوتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ بے روح اور بے معنی قہقہوں کی کھوکھلی جھنکاریں بے حسی کی سنگلاخ چٹانوں سے پھُوٹتی اور انہی پتھریلی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں، لیکن ریشم کی طرح نرم ولطیف احساسات کے جھرکوں سے نکلنے اور شبنمی پھواروں کی طرح ٹپکنے والے آنسو اُن پتھریلی

Marfat.com

چٹانوں کا جگر بھی چاک کر جاتے ہیں۔
وہ آنسو، جو چشمِ زہد اُچھالے تو فرشتے اِن جواہر و یاقوت کو اپنے نورانی پروں پہ سجالیں۔ وہ آنسو، جو اشکِ ندامت میں بدلیں تو سات سمندروں سے بھی نہ بجھنے والے جہنّم کی دہکتی فضاؤں کو بھی گلزار بنا دیں ـــ وہ آنسو، جو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اُبھریں تو دستِ قدرت اُنہیں قبولیّت کی سات رنگوں میں ڈوبی چمکتی شعاعوں کی سنہری ڈور میں پرو دے۔ وہ آنسو، جو مظلوم کی آنکھ سے ٹپکیں تو عرشِ الٰہی بھی اُن کی گونج کے استقبال کے لیے بے تاب ہو جائے ـــ وہ آنسو، جو محبّت کی بھیگی پلکوں سے ٹوٹیں تو ہوائیں انہیں دستک بنا کر محبوب کی دہلیز پہ سجدہ ریز کر دیں ـــ وہ آنسو، جو ہجر کے دشتِ بے کنار کے دامن پہ گریں تو اداس لمحوں کے غزال انہیں سلامی دیں۔ وہ آنسو جو دُکھوں کی دہلیز پہ چمک اُٹھیں تو جسموں کی بُجھی بُجھی شریانوں اور خُنک خُنک لہو کی بوندوں میں تازہ حرارتوں کی شمعیں گھول دیں ـــ وہ آنسو، جو محرومیوں کی خُشک اور خزاں رسیدہ شاخوں پہ بیٹھ کر گنگنائیں تو اداسیوں کے گھنے جنگلوں میں گھرے ہوئے اضطراب کے جگر سے ہُوک بن کر پھوٹنے والی چنگاریاں کبھی ابر نیساں کے سنگ سنگ جھومتے گلابی موسموں کے مُژدوں اور آہٹوں کو ترسی ہوئی اجاڑ رُتوں کی صدا بن کر افقِ حیات پہ چھا جائیں تو کبھی حرفِ دُعا میں ڈھل کر پکار اُٹھیں کہ مولا! اس چاروں اور پھیلے ہوئے حبسِ بے کراں میں کوئی ایک جھونکا کہیں سے آئے اور چُپکے سے لہو لہو خوابوں کی اُجڑی جبینوں پہ شبنمی انگلیوں سے "زندگی" تحریر کر جائے، جو تپتی ہوئی امیدوں اور تمناؤں کے سلگتے جھلستے ماتھے پہ (ایک پل ہی سہی) یوں حیات بخش ہاتھ رکھ جائے کہ اس کی

Marfat.com

تاثیر جسم کی شریانوں میں سفر کرتی روح کی اتھاہ گہرائیوں تک اُتر جائے۔
آنسوؤں کی ان صداؤں کے اُبھرنے اور ڈوبنے کے منظر مجھے سنائی بھی دیتے ہیں، اور دکھائی بھی دیتے ہیں اور کبھی تو یہ منظر میری اتنی دسترس میں ہوتے ہیں کہ میں انہیں اپنے بدن پہ لپیٹ لیتا ہوں۔ میرا احساس ان صداؤں کی انگلیاں تھامے جب شاہراہِ فن پہ چلتا ہے تو جذبہ و خیال کی مشترکہ سرحدوں پہ پڑنے والے احساس کے قدموں کی ہر دھمک ایک نغمہ بن کر گونج اُٹھتی ہے۔ ان نغموں میں دَرد کی دلدوز کراہوں کی جھنکار بھی ہو سکتی ہے اور چاہتوں کی سنہری کرنوں کے سنگ سنگ خوشبو کی طرح بکھرنے والا محبتوں کا جلترنگ بھی۔

عصرِ حاضر کی تہہ دَر تہہ تاریکیوں کا مداوا صرف اور صرف محبّت ہے۔ حالات کے سانسوں کا الجھا ہوا ریشم اگر کوئی ہاتھ سلجھا سکتا ہے تو وہ محبّت کا ہاتھ ہے۔ محبت خدا اور محبوبِ خداؐ سے، محبت وطن سے، محبت انسان سے بلکہ خدا اور رسولؐ سے محبّت بھی انسانیّت کی محبت ہی سے معتبر قرار پاتی ہے۔ بقول علاّمہ اقبالؒ ؎

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

کُوبہ کُو پھیلی ہوئی نفرتوں کے زہر کا تریاق محبّت کے سوا کچھ اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ احترامِ انسانیّت اور باہمی مؤدّت و محبّت کی عظیم حقیقتوں کو تسلیم کئے بغیر کبھی کوئی معاشرہ وحشتیں لُٹاتے جنگل سے شہرِ امن و سلامتی اور خطۂ مہر و وفا میں ڈھلا ہے، نہ ڈھلے گا۔ مگر خُدا جانے صرف FORMALITIES اور رسموں کے سہارے کھڑے یہ رشتے اور تعلّق دِلوں

Marfat.com

کے سہارے کب کھڑے ہوں گے۔ زندگی تو محبت ہی کے لیے بہت تھوڑی ہے، لوگ نہ جانے نفرتوں کے لیے وقت کہاں سے نکال لیتے ہیں۔

بقول کسے ؎

تو ملا ہے تو اب یہی غم ہے
پیار زیادہ ہے زندگی کم ہے

محبت ہے کیا؟ اہل لغت کے ہاں متعیّن محبّت کے معانی کو دیکھا جائے تو یہی دھنک رنگ جذبہ زندگی کی اہم اور مؤثر ترین حقیقت قرار پاتا ہے۔

بعض اہلِ لغت لفظِ محبت کو حَبَّۃٌ بمعنی بیج سے مشتق اور ماخوذ تسلیم کرتے ہیں۔ جس طرح بیج ایک درخت کی اصل اور ابتداء وانتہاء ہوتا ہے۔ اس طرح محبّت ہی انسان کے شجرِ وجود کی اول وآخر حقیقت اور اصل قرار پاتی ہے۔ سرزمینِ دِل سے اُگنے والے شجرِ محبّت کی جڑیں انسان کے رویں رویں میں اترتی اور نَس نَس میں سما جاتی ہیں۔

خلوص اور وفا کی گہری چھاؤں، حُسنِ اخلاق کے ثمر، مروّت واحسان کے خوشنما برگ وبار اخوتوں اور چاہتوں کی پُربہار شاخوں اور جذبہ واحساس کے خوشبودار پھولوں سے مزیّن یہی شجرِ محبّت انسانیّت کی علامت اور حوالہ قرار پاتا ہے اور جس طرح ایک درخت خود دھوپ میں جل کر بھی دوسروں کے جلتے بدن پہ ٹھنڈی چھاؤں کی ردا لپیٹتا ہے، اسی طرح محبت انسان کو اسی خصوصیت کا پیکر بنا دیتی ہے اور یوں اہلِ دِل پتھر کھا کر بھی دُعائیں دیتے اور زخم سہ کر بھی پھول بانٹتے دکھائی دیتے ہیں۔ گویا محبّت پکار پکار کر اعلان کرتی ہے

Marfat.com

؎ میں وہ شجر ہوں جو خود کڑی دُھوپ کی اذیّت میں جل رہا ہے
مگر جُھلستی ہوئی رُتیں اوڑھ کر بھی سایا اُگل رہا ہے

عرصۂ حیات میں ان جھلستی ہوئی رُتوں اور محبتوں کی کوکھ سے جنم لینے والے دُکھوں سے بھی اہلِ محبت پیار کرتے ہیں۔ اور اس کی تائید و محبّت کا وہ معنی بھی کرتا ہے۔ جس کے مطابق "حُب" سے مُراد وہ چار لکڑیاں لی جاتی ہیں، جو پانی سے بھرے ہوئے مٹکے کا بوجھ اُٹھاتی اور وزن کو برداشت کرتی ہیں۔ اسی طرح محبّت بھی محبُوب کی جانب سے آنے والے دُکھوں، مصیبتوں اور جفاؤں کو سہتی اور برداشت کرتی ہے یہی وہ مقام ہے جہاں محبّت کرنے والے دُکھ اُٹھا کر بھی سراپا نیاز ہو کر محبوب کی بارگاہ میں پکار اُٹھتے ہیں۔ ؎

جان از درد و غمت شاداں شود
از بلایت سینہ آباداں شود

یعنی ہر وہ امتحان جو دوست کی طرف سے آتا ہے اس امتحان، اذیّت اور آزمائش میں بھی ایک گونہ تسکین مضمر ہوتی ہے پھر اہلِ طلب صدا دیتے ہیں اے محبوب میری جان تیرے غم میں شاد اور تیری آزمائش میں آباد ہے

عربی زبان میں تیز بارش یا تپش کی شدّت کی بنا پر سطحِ آب پر پیدا ہونے والے مضطرب بلبلوں کو حبب الماء یا حباب الماء سے موسوم کرتے ہیں۔ بعض اہلِ لغت نے اس اضطرابی کیفیّت کی بناء پر لفظِ محبّت کو اسی سے مشتق جانا۔ بقول حضرت خواجہ بہاؤ الدّین رح۔

ع بحر یست قطرہ ہا بر آں آید ازو

Marfat.com

کہ محبّت ایک ایسا سمندر ہے جس سے قطرے جوش سے باہر آتے رہتے ہیں۔ انہی دَرد انگیز کیفیّات میں ہجر و فراق کی مضطرب لہروں کے سنگ سنگ چلتے جذبوں کی ترجمانی کرتے ہوئے میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں۔

رات پوے تے بے دَرداں نوں نیند پیاری آوے
دَرد منداں نوں یاد سجن دی سُتیاں آن جگاوے
کرکر یاد سجن نوں کھاندے بھُن بھُن جگر نوالے
شربت وانگ پیادے ہتّھوں پیندے زہر پیالے

اس شجرِ محبّت پر اُگنے والے جُدائی کے کانٹوں سے جب احساس کی پوریں زخمی ہو جاتی ہیں تو اُن سے ٹپکنے والے لہو میں ڈوب کر اور شدّتِ شوق کی حدّتوں میں اضطراب کے اُبلتے پانیوں کی جھُلستی آواز کو ہم نوا بنا کر حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا قلم بھی پکار اُٹھتا ہے۔

ہے ہے یار بروچل ہک تل ترس نہ کیتا
کرکے سخت نمانڑیں، انہڑیں نال نہ نیتا
ہجر پیالہ ازلوں، میں مُٹھڑی لہو پیتا
جیں ڈینہہ سجن سدھائے، ڈکھ آیا سُکھ بیتا

"ہائے، بلوچ محبوب نے ایک تل کے برابر بھی ترس نہ کیا، مجھے سخت بے آسرا کر کے چھوڑ گیا اور اپنے ساتھ نہ لے گیا، مجھ بدنصیب نے ہجر کا پیالہ ازل سے ہی گھول کر پی لیا تھا، جس دن سے محبوب رُخصت ہوا ہے۔ اس دِن سے سکون بھی چلا گیا اور اس کی جگہ دُکھ آ گیا ہے۔"

اور کبھی عالمِ فراق اور حالتِ انتظار کی گھلی ملی کیفیّات کو خواجہ غلام فریدؒ یوں زبان دیتے ہیں۔

Marfat.com

مساگ ملیندی دا گزر گیا ڈینہ سارا
سنگار کرینڈی دا گزر گیا ڈینہ سارا
کجلا پائیم، سرخی لائیم، کیتم یار وسارا
کاگ اڈینڈے عمر وہائی آیا نہ یار پیارا

یہاں یہ امر پیشِ نظر رہے کہ مندرجہ بالا اشعار میں بروجل، مساگ، سنگار کجلہ اور سُرخی کے الفاظ کو استعارۃً استعمال کیا گیا ہے۔

بقول غالب :

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

اہلِ تصوّف شعراء مجازی رنگ میں حقیقت کی بات بڑے خوبصورت انداز میں کر جاتے ہیں۔ جس طرح وارث شاہ جنہیں پنجابی ادب کا شکسپیئر کہا جاتا ہے، نے تلاشِ محبوب میں سرگرداں، صحراؤں کی دُھوپ سہتی اور مسافتوں کی ریت پھانکتی ہیر کو رُوح اور رانجھے کو جسم کی علامت بنایا اسی طرح خواجہ غلام فریدؒ نے فراق میں جلتی اور تھلوں کی خاک چھانتی سسّی کو عشق و محبّت اور ہجر و فراق کا استعارہ بنا دیا۔ مجاز کے جھروکوں سے حقیقت کی دلربا کرنوں کو صدا دینا فن شاعری کا ایک اہم سلسلہ ہے اور آگے اس پیرایہ اظہار کو کوئی کس معنیٰ میں لیتا ہے۔ یہ اس کی اپنی نفسیاتی اور ذہنی و فکری پرواز پر منحصر ہے۔ شاعر اپنی بند مُٹھی کی خوشبو کو ہواؤں میں اچھال دیتا ہے۔ آگے ہوا کی مرضی اُسے جہاں چاہے لے جائے۔

ع فکر ہر کس بقدر ہمّت اوست

اور ویسے بھی مجاز کو حقیقت کی سیڑھی قرار دیا جاتا ہے گلشن میں کھلنے

Marfat.com

والے رنگ برنگے پھول اگر مجاز ہیں تو ان کے خوشنما رنگوں اور رُوح افزا خوشبوؤں سے انھیں پیدا کرنے والا بھی تو یاد آتا ہے۔ سمندر، صحراء، زمین اور آسمان اگر مجاز ہیں تو اُن کی وسعتوں کے افق سے ان کے خالق کی وسعتوں کا تصوّر بھی تو اُبھرتا ہے۔ ماں کی ممتا اور باپ کی محبت و شفقت اگر مجاز ہے تو اس سے ستّر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے اور ان شفاف جذبوں کو تخلیق کرنے والے کے لطف و کرم کی طرف بھی تو دھیان جاتا ہے۔ انسانی ذات اگر مجاز ہے تو اس کا ظاہری و باطنی حسن و جمال کسی اور حسین کا پتہ بھی تو دیتا ہے۔ جسے دیکھ کر بصارتیں اور بصیرتیں پکار اُٹھتی ہیں کہ

ع وہ مصوّر کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

اور یوں بھی انسان کا مجاز (فانی) سے حقیقت (لافانی) تک رسائی حاصل کرنا منشائے ایزدی بھی تو ہے۔ اس لیے "اولی الالباب" کو تفکر فی الخلق کا حکم بھی دیا گیا اور دستِ قدرت نے مجاز کو اپنے حسن و جمال اور صفاتی جلوؤں کا مظہر بھی بنا دیا۔

صرف انسانی ذات ہی کی مثال لے لیں تو خارجی کائنات یا عالمِ اکبر کی تمام جلوہ سامانیاں جو اُس ذات کا پتہ دیتی ہیں۔ قُدرت نے انہیں ایک انسانی وجود کے اندر جمع کر دیا۔ خارجی کائنات میں اگر بڑے بڑے مضبوط پہاڑ تھے تو انسانی وجود (عالمِ اصغر) میں خدا نے ہڈیوں کو ان پہاڑوں اور چٹانوں کی مضبوطی کی علامت بنا دیا۔ عالمِ اکبر میں جنگلات تھے۔ تو انسانی وجود پر بال پیدا کر کے انہیں ان جنگلات کی علامت بنا دیا۔ چاند کی اٹھائیس منزلیں تھیں تو انسان کے مُنہ میں حروف کے اٹھائیس مخارج رکھ دیئے۔ انسانی پشت کو صحراؤں کی ہموار علامت بنا دیا۔ اسی طرح انسان کے بچپن، جوانی، بڑھاپے،

Marfat.com

اور موت کو خارجی کائنات اور عالمِ اکبر میں کارفرما چار موسموں (بہار، گرما، سرما اور خزاں) کا آئینہ دار بنا دیا۔ خارجی کائنات میں اگر ندیاں، نالے اور دریا تھے، تو انسانی وجود میں انتڑیاں، رگیں اور شریانیں پیدا کر کے انھیں ندیوں، نالوں اور دریاؤں کی علامت بنایا۔ خارجی کائنات میں اگر چھم چھم برستی بارش تھی تو انسان کو آنسوؤں کی رم جھم عطا کر دی۔

خارجی کائنات میں اگر چاند اور سورج کی روشنی تھی تو انسان کی آنکھوں کو بصارت کا نور اور دل کو بصیرت کا نور دے دیا۔ خارجی کائنات میں اگر دھوپ اور چھاؤں تھی تو انسانی زندگی کو خوشی اور غم کا مرکب بنا دیا۔ اور جب ساری کائنات کی نشانیوں کو اس ایک وجود میں جمع کر دیا تو فرمایا وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ کہ اے پیکرِ مجاز! تیرے اس وجود کے اندر ہی حقیقتِ کل کا نظارہ بھی موجود ہے اور یہ حقیقتِ کل تیری شہ رگ سے بھی زیادہ تیرے قریب ہے۔ گویا اس نے حقیقت کو مجاز کے اندر مستور کر دیا۔

اسی لیے علامہ اقبال وجدانہ کیفیات میں ڈوب کر پکار اٹھتے ہیں

؎ کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزار سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اور پھر حقیقتِ منتظر کی طرف سے جواب آتا ہے کہ مری تلاش اور طلب کا دَم بھرنے والے!

ع اپنے من میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی

اور اگر اپنے من میں نہیں ڈوب سکتا تو جا کسی اور پیکرِ محبت کے من میں ڈوب کر سراپا محبت ہو جا، تجھے تیری زندگی کا سُراغ مل جائے گا۔ دُکھی انسانیت سے پیار کر اس کے پیار میں تجھے میرا قرب اور پیار نصیب ہو جائے گا۔

Marfat.com

بقول "پگھل جائیں گی زنجیریں"۔

کسی کے واسطے راہوں میں گرد آلود ہو جانا
سجا کر آئینے تن پہ سنور جانے سے بہتر ہے
اُٹھا لینا کسی کا ایک آنسو اپنے دامن پہ
زر و یاقوت سے دامن کے بھر جانے سے بہتر ہے

محبت کی تخلیق اور "اجزائے ترکیبی" کا ذکر کرتے ہوئے شاعرِ مشرق" لکھتے ہیں کہ خالقِ محبت نے اس حسین جذبے کو جب پیدا کرنا چاہا تو

چمک تارے سے مانگی، چاند سے داغِ جگر مانگا
اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلفِ برہم سے
تڑپ بجلی سے پائی، حور سے پاکیزگی پائی
حرارت لی نفہائے مسیحِ ابنِ مریمؑ سے
ذرا سی پھر ربوبیّت سے شانِ بے نیازی لی
ملک سے عاجزی، افتادگی تقدیرِ شبنم سے
پھر اِن اجزاء کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی سے
مرکب نے محبّت نام پایا عرشِ اعظم سے

انسانیت کے اعلےٰ مقام تک رسائی کے لیے یہی مرکّب پھر مرکب (سواری) بنتا ہے اور انسان راکب اور پھر بقول شاعرِ مشرق ایک ہی جست سے قصے تمام ہو جاتے ہیں اور زمین و آسمان کی بے کرانیاں سمٹ سمٹا جاتی ہیں بقول کسے ؎

لازلت انزل من ودك منزلة
تتحير الالباب عند نزولہ

میں تیری محبت میں اس مقام پر اتر رہا ہوں جہاں اترنے پر عقلیں دنگ ہیں

Marfat.com

یہی محبّت کبھی خدا بنتی ہے تو کبھی پیکرِ مصطفیٰ میں ڈھلتی ہے۔ کبھی مشن اور نظریہ بنتی ہے تو کبھی علتوں کی طبیب اور مداوا۔ کبھی آتشِ سیّال بن کر رگوں میں دوڑتی ہے تو کبھی جلتے ہوئے سینوں پہ شبنمی پھوار بن کر برستی ہے۔ یہ وہ پاک، مقدّس اور شفّاف جذبہ ہے جو جیون کے بے چراغ رستوں پہ مشعلیں جلاتا اور نور بکھیرتا چلا جاتا ہے۔ یہ وہ دھنک بکف ہوا ہے جو تاریک جنگلوں سے بھی گزر جائے تو قدم قدم نگہتوں اور رنگوں کے میلے سجا دے۔ سانسوں کی ڈور سے بندھی ہوئی ہچکیاں اس کی جنوں خیز بارش میں بھیگیں تو پھول بن جائیں۔ یہ وہ ساز ہے جو تہہ خانۂ غم کے اندر اتر جائے تو اس کی جلترنگ سے زندگی کارواں رواں رقص کرنے لگ جائے۔ یہ وہ کہکشاں ہے جو زندگی کی اُجڑی ہوئی مانگ میں افشاں بن کر بکھر جاتی ہے۔ جب صحراؤں کی طرح رہتے رہتے آنکھیں تھکنے لگتی ہیں تو یہ صبحوں کے گداز منظروں میں لپٹی ہوئی رم جھم کی کھنک لے کر آتی ہے اور چپکے سے سلگتی ہوئی بینائیوں کے اداس اور اُجاڑ روزنوں میں اتار جاتی ہے۔ یہ آنکھوں کی گاگر میں پانی بھرتی اور ستارے چھلکاتی ہے۔ یہ جدائیوں کی دھوپ پیتی اور سنہری یادوں کی چھاؤں اگلتی ہے۔ جب تاریکیوں کے فوّارے اُبل کر رُوح کی روشنیوں کو چاٹنے لگتے ہیں تو اس کا سیلابِ تجلّی اندھیروں کو نگلتا ہوا افقِ ذات کے ساحلوں کو بھی پھاند جاتا ہے۔ تنہائیوں کے ہول نگر جب اپنی وحشتیں لٹانے لگتے ہیں تو محبت نقرئی زمزموں کی ترنم آبشاروں میں دُھلی ہوئی دھیمی دھیمی سرگوشیاں لے کر آتی ہے اور انھیں گلابوں اور موتیوں کی صورت سماعتوں کے سہمے سہمے آنگن میں دھیرے دھیرے بکھیرنے لگتی ہے۔ اور جب شام کی پرچھائیاں جلنے لگتی ہیں تو محبت دشتِ بدن پہ چاندنی کی خنک چادر

Marfat.com

لپیٹ دیتی ہے۔ یہ پلکوں کے سائے سائے سوتی جاگتی آنکھوں میں خوابوں کی سبز خوشبو انڈیلتی اور دھڑکنوں کے آس پاس پھیلے ہوئے سرد اور منجمد موسموں کی شل ہتھیلیوں پہ حرارتوں کے چراغ جلاتی ہے اور جب وقت قربانی مانگتا ہے تو یہ لہو کا لبادہ پہن کر نکلتی اور راستوں کو لالہ زار بنا دیتی ہے۔ یہ وہ خوشبو ہے جسے کوئی آہنی فصیل نہیں روک سکتی اور نہ کوئی جبر اس کی راہ کی دیوار بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ جبر کے چمٹے سے جسم کا کوئلہ تو پکڑا جا سکتا ہے، محبت کا شعلہ نہیں۔

دُکھ اور محبت سفرِ حیات اور انسانی احساسات کے دو ایسے ہم سفر ہیں جو عُمر بھر انسان کے ساتھ ساتھ چلتے بلکہ رواں دواں رہتے ہیں۔ انسان اگر ایک سکّہ ہے تو یہ اس سکّے کے دو رُخ ہیں۔ کبھی دُکھ محبت پہ اور کبھی محبّت دُکھوں پہ غالب آجاتی ہے۔ کبھی دونوں ایک توازن کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور کبھی دونوں یوں گھل مل جاتے ہیں کہ محبّت ہی دُکھ اور دُکھ ہی محبت ہو جاتے ہیں۔ محبتوں اور دکھوں کی کوکھ سے جنم لینے والے آنسو ایک ہی رُخسار پہ بہتے اور ایک ہی دامن پہ گرتے ہیں۔

دُکھ اگر ردائے بدن پہ زخم کاڑھتے ہیں، تو محبت اُن پہ گلنار شبنم کے موتی بکھیرتی اور سجاتی ہے۔ دکھوں سے کراہتے سانس جب حبس کے ہیولوں میں بھٹکنے اور ہانپنے لگتے ہیں تو محبت اپنی عطر بیز فضاؤں کے پُر کیف جھونکوں کو مشامِ جاں کی نذر کر دیتی ہے۔ دکھوں کے بوجھ سے جب شانے جھکنے لگتے ہیں، تو محبت چپکے سے ان بوجھل اور دُکھتے ہوئے شانوں پہ دستِ مسیحائی رکھ دیتی ہے اور دُکھ جہاں جینے نہیں دیتے، محبّت وہاں مرنے نہیں دیتی۔ میری شاعری انہی دکھوں اور محبّتوں کے جلاتے اور جِلاتے لمحوں

Marfat.com

کی ڈوبتی، اُبھرتی آوازوں کا ایک سنگم ہے۔ دُکھ کی آواز سے انقلاب کے سوتے پھوٹتے ہیں اور محبّت کی آواز سے امن کے۔

میرے محبوب قارئین! میں دکھوں اور محبتوں کے اس سنگم پر آپ کی مہربان آنکھوں اور حسّاس دھڑکنوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جنہوں نے مجھے محبت سے پڑھنا بھی ہے اور میرے جلتے بجھتے لفظوں کے سُر تال پر دھڑکنا بھی ہے۔

اور انشاءاللہ آئندہ ملاقات "پلکوں پار سمندر" کے بھیگے ساحلوں پر ہوگی۔ تب تک کے لیے

خُدا حافظ!

آپ کا

انوار فریدی

(لاہور)

✆ (Mob.) 0342-255997

(برائے پیغام فون: 7320682)

Marfat.com

اَللّٰہُ

اِک عرض گزاروں اے مولا
اِک روز مجھے مرجانا ہے
یہ دُنیا ایک سرائے ہے
آخر مجھ کو گھر جانا ہے

پر جب تک جان سلامت ہے
ہو وِردِ زباں سُبحان اللہ
ہر سانس پُکارے لَآ اِلٰہَ
ہر دھڑکن بولے اِلَّا اللّٰہُ

مَیں کمتر ہُوں، اِک ذرّہ ہُوں
تُو اَرفع ہے تُو اعلیٰ ہے
تُو میرے ذہن پہ حاوی ہے
تُو میری سوچ سے بالا ہے

Marfat.com

سب رنگ ہیں تیری قُدرت کے
ہر چیز کو حُسن میں ڈھالا ہے

اِک بجلی روشن روشن ہے
اِک بادل کالا کالا ہے

مٹّی سے خوشبو پیدا کی
پتھّر سے رزق نکالا ہے

کیڑے سے ریشم بنوایا
اور بیج میں جنگل ڈالا ہے

جو دَھڑکن دَھڑکن جپتی ہے
وُہ تیرے نام کی مالا ہے

جو آنگن آنگن اُترا ہے
تیرا پُر نور اُجالا ہے

جو گلشن گلشن چمکا ہے
وُہ تیرا رنگ نرالا ہے

Marfat.com

جو ساون ساون برسا ہئے
تیرا ہی ایک حوالہ ہئے

مَیں تیرا عاصی بندہ ہُوں
تُو مالک رحمت والا ہئے

جند جان امانت ہے تیری
مجھے توُنے ہی تو پالا ہئے

اِک تیرے ہاتھ نے تھاما ہئے
مجھے جب بھی جگ نے ٹالا ہئے

اِک تیری یاد سہارا ہئے
اِک تیرا اِسم اُجالا ہئے

رکھ اُس کے صدقے لاج مری
جو کالی کملی والا ہئے

Marfat.com

سلام بحضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسکرا کے پیار سے تکتی اُن آنکھوں کو سلام
دِل کی جانب کھلنے والے اُن دریچوں کو سلام

ہو گزر تیرا وہاں تو اے صبا کہنا مرا
کوچۂ محبوب کے پرکیف جھونکوں کو سلام

قریۂ دلدار کی پر نور صبحوں کو دعا
شہرِ جاناں سے گزرنے والی شاموں کو سلام

مفلسوں اور بیکسوں کے چارہ گر کو آفریں
دستگیری کرنے والے اسکے ہاتھوں کو سلام

خیر ہو اس کی نگاہوں سے نکلتے نور کی
اس کے آنگن میں اترنے والے لمحوں کو سلام

Marfat.com

ثبت ہیں جن پر نقوشِ پا نبی کے آج بھی
اُن حمکتے راستوں، اُن رہگذاروں کو سلام

دے رہے ہیں دیدۂ و دل کو جو اَب بھی روشنی
دستِ رحمت کے انہی چلتے چراغوں کو سلام

چومتی ہیں جو سنہری جالیوں کو رات دن
اُن نواؤں اُن پکاروں، اُن صداؤں کو سلام

مرحبا، صد مرحبا انوارِ طیبہ کی فضا
گونجنے والے درودوں اور سلاموں کو سلام

Marfat.com

اگرچہ دو کناروں کا کہیں سنگم نہیں ہوتا
مگر اِک ساتھ چلنا بھی تو کوئی کم نہیں ہوتا

مداوا آپ ہو جاتے ہیں اپنے درد کا اکثر
وُہ جن زخموں کا دُنیا میں کوئی مَرہم نہیں ہوتا

بدن سے رُوح جاتی ہے تو بچھتی ہے صفِ ماتم
مگر کردار مَر جائے تو کیوں ماتم نہیں ہوتا

ہزاروں ظُلمتوں میں بھی جواں رہتی ہے لَو اِسکی
چراغِ عشق جلتا ہے تو پھر مدّھم نہیں ہوتا

Marfat.com

وہ آنکھیں اِک لُٹا گھر ہیں جہاں آنسو نہیں رہتے
وہ دل پتھر ہے جس دل میں کسی کا غم نہیں ہوتا

کراہیں اوڑھ کے رہتے ہیں شہرِ جاں کی گلیوں میں
کچھ ایسے درد بھی جن کا کوئی محرم نہیں ہوتا

ریاضت ایڑیاں رگڑے نہ جب تک فن کے صحرا میں
کبھی فن کار کا چشمہ یہاں زمزم نہیں ہوتا

کبھی انوار! سناٹوں کو جنگل بھی ترستے ہیں
کبھی شبنم سے پھولوں کا بھی دامن نم نہیں ہوتا

Marfat.com

رگوں میں گونجتے اشکوں کا ساگر کون دیکھے گا
لہو میں ڈوبتے تاروں کا منظر کون دیکھے گا

دھواں اٹھتا تو شاید کچھ یقیں آتا زمانے کو
پگھلتا یوں تجھے اندر ہی اندر کون دیکھے گا

قیامت اپنے گھر کی آگ پر سارے اٹھالیں گے
پرایا گھر جلے گا تو پلٹ کر کون دیکھے گا

ستم کرنا ہی ٹھہرا ہے تو کر چاہت کے پردے میں
جو پھولوں میں لپیٹا ہو وہ پتھر کون دیکھے گا

Marfat.com

یہاں تو سنگِ مرمر کی چمک پہ لوگ مرتے ہیں
مرے کچے مکاں تیرا کھُلا در کون دیکھے گا

گلے بے خوف ہو کر ہم سے مِلیئے بزمِ یاراں میں
چھُپا ہے آستیں میں جو وہ خنجر کون دیکھے گا

نگاہیں میرے گرد آلود چہرے پہ ہیں دُنیا کی
جو پوشیدہ ہے باطن میں وہ جوہر کون دیکھے گا

تری آنکھوں کی گہرائی میں ڈُوبے ہیں تو جانا ہے
کہ جیسا ہم نے دیکھا ہے سمندر کون دیکھے گا

یہاں انوار دُھندلائی ہُوئی نظروں کی بستی میں
تری بھیگی ہُوئی پلکوں کی جھالر کون دیکھے گا

Marfat.com

قدر دُنیا میں نہ جانیں گے زمانے والے
بعد مرنے کے یہاں عُرس منانے والے

کیوں پہنتے ہیں تبسّم کا لبادہ خنجر
کیوں دکھاتے ہیں شہد، زہر پلانے والے

اَب تو درکار ہے یاں روز تماشا اِن کو
اَب کہاں لوگ، لگی آگ بُجھانے والے

اَب تو خوش ہوتی ہے زخموں کو جگا کر دُنیا
مر گئے پیار کے وہ پھُول کھلانے والے

Marfat.com

کتنے فنکار ہُوا کرتے ہیں پتھّر کھا کر
مُسکراہٹ میں ہر اِک درد چھُپانے والے

تم اُڑو اور کرو تیز ہَوا سے باتیں
اَب تجھے یاد کہاں چال سکھانے والے

صبُح ہوتے ہی بَدل لیتے ہیں نظریں اُن سے
رات بھر خوُن چراغوں کا جلانے والے

پھر مُلاقات کہاں مُلکِ عدم میں ہو گی
اپنی منزل تو بتا جا میرے جانے والے

ہم نہیں ہوں گے تو اے زیست کہاں جاؤ گی
جوڑ کے ہاتھ تجھے روکے منانے والے

زلزلہ بن کے گزر جاتے ہیں انوار! اِک دن
شہر خوابوں کا نگاہوں میں بسانے والے

Marfat.com

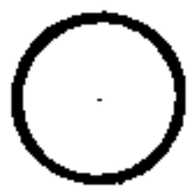

رکھنا سدا سنبھال کے میری نشانیاں،
دامن میں اشک، روح میں باتیں سہانیاں

دُنیا کو انتظار ہی شاید اسی کا تھا
ہم مر گئے تو ہونے لگیں گُل فشانیاں

دیوانگی میں تھام کے بچّے کی قبر کو
اِک ماں سُنا رہی ہے ادھوری کہانیاں

اَے جبر! سر پھروں کے قبیلے سے دُور رہ
ہم پر نہ چل سکیں گی تری حکمرانیاں

Marfat.com

دستورِ عہدِ نو کی جبیں پہ لکھا ہے یہ
رکھیئے عناد، کیجیئے گوہر فشانیاں

پتھر اُچھالتے ہیں گلوں میں لپیٹ کر
کرتے ہیں یار یوں بھی کبھی مہربانیاں

غربت میں تشنگی کو بجھانے کے واسطے
غربت ہی پی کے مر گئیں کتنی جوانیاں

اُس نے مرے وجود کو مٹھی میں لے لیا
جگنو کو مل رہی ہیں عجب ضو فشانیاں

بڑھنے لگیں گرانیاں ہر گام پر مگر
ہم نے بھی سر اُٹھا کے ہیں جینے کی ٹھانیاں

روشن یقیں کے نور سے انوار تھیں کبھی
جن چاہتوں کو چاٹ گئیں بدگمانیاں

Marfat.com

مہکے مہکے منظروں کے ٹوٹتے جادو کا دُکھ
باغباں! اب جھیل موسم کی بدلتی خُو کا دُکھ

دوپہر کے ہاتھ سے کٹتی رہیں کس کی رگیں
سردیوں کی دھوپ کیا سمجھے جھلستی لُو کا دُکھ

درد کے تاریک رستوں سے لپٹ کے رو پڑا
شامِ غم میں روشنی ہارے ہوئے جگنو کا دُکھ

دھیرے دھیرے رات بھر کس آگ میں جلتا رہا
سونے والے جانتے کیا جاگتے آنسو کا دُکھ

Marfat.com

چشمِ نم میں بھی پگھلتی جا رہی ہیں پُتلیاں
دو ہی نقطوں میں سمٹ آیا مرے ہر سُو کا دُکھ

دامنِ دل پر گرا جو اشک تو ایسا لگا
چیخ اُٹھا ہو دشت میں جیسے کسی آہُو کا دُکھ

نکہتیں انوار خوشبو سے اُڑا کر لے گیا
بیت جھڑوں کے خوف سے سہمی ہوئی خوشبو کا دُکھ

Marfat.com

○

میرے نغموں میں نہاں سوزِ صدائے زخم ہے
ہر طرف بکھرا ہوا رنگِ حنائے زخم ہے

اِس طرف اُجڑا ہوا ہے میرے خوابوں کا نگر
اور اُدھر تیری تمنّا، مُبتلائے زخم ہے

ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں بے حسی کے دائرے
زندگی! یاں کون تیرا آشنائے زخم ہے

Marfat.com

پُرسشِ احوال پہ آنسُو چھلکتے تھے کبھی
مُسکرا دیتا ہُوں اب، یہ انتہائے زخم ہے

کم نگاہوں میں اُجالے بانٹنے کا ہے صِلہ
آج ہاتھوں میں چراغوں کی بجائے زخم ہے

شہر کی اِن اُلجھی اُلجھی بولیوں کی بھیڑ میں
اِک ترا لہجہ ہے جو وجہِ شفائے زخم ہے

سوچتا ہُوں کیسے دکھلاؤں اُسے اپنا لہُو؟
جسم پہ انوار اُس کے بھی قبائے زخم ہے

Marfat.com

جی چاہتا ہے غم کے قصّے سُنا سُنا کر
آنسو ترے سمیٹوں تجھ کو رُلا رُلا کر

اِک ہاتھ چُنتے چُنتے کانٹے لہو میں تر ہے
اِک ہاتھ چل گیا ہے شمعیں جلا جلا کر

پھینکا ہے مجھ کو لا کے دریا میں تشنگی نے
مارے گا آب یہ دریا، پانی پلا پلا کر

کرنا ہی طنز ہے تو ہنسنے کا کیا تکلّف؟
کیوں زہر دے رہے ہو زمزم ملا ملا کر

Marfat.com

تُو بھی اُٹھا فصیلیں لیکن یہ یاد رکھنا
بڑھتی ہیں چاہتیں بھی رستے بنا بنا کر

قد چھیننے میں سُورج ناکام ہو گیا تو
بہلا رہا ہے خُود کو سائے گھٹا گھٹا کر

تنہائی سے لپٹ کے اِک بار کھُل کے رو لو
کب تک جیو گے آخر آنسُو چھُپا چھُپا کر

دیوار و دَر رہے ہیں ویراں بغیر تیرے
دیکھا ہزار ہم نے گھر کو سجا سجا کر

کیسے یہ راہبر ہیں انوار رہروؤں کو
منزل دکھا رہے ہیں آنکھیں بجھا بجھا کر

Marfat.com

○

شہرِ ستمگراں میں سہارا ہے تیرا نام
کرب و ہجومِ غم میں دلاسا ہے تیرا نام

گزرے سماعتوں سے تو مہکے حریمِ جاں
خوشبو بھری بہار کا جھونکا ہے تیرا نام

رگ رگ میں نیچ اٹھا ہے کوئی جلترنگ سا
دھیرے سے کس نے کان میں بولا ہے تیرا نام

دیکھوں تو چند حرف، اگر ڈوب جاؤں تو
ساتوں سمندروں سے بھی گہرا ہے تیرا نام

راحت، بہار، چاندنی، خوشبو، دھنک، صبا
یکجا کریں جو سب کو تو بنتا ہے تیرا نام

شہنائیاں ہیں دھڑکنیں، بارات چاہتیں
دلہن ہے روح میری تو دولہا ہے تیرا نام

Marfat.com

ناؤ مرا وجُود ، ہَوا ہَے ترا خیال
دریا ہے دَرد اور کنارا ہَے تیرا نام

روشن ہَے صُبح ، اُس سے بھی روشن ہے تیری ذات
اُجلی ہَے دُھوپ، دُھوپ سے اُجلا ہَے تیرا نام

دیتا ہَے میرا دل اُسے بے ساختہ دُعا
جب کوئی شخص پیار سے لیتا ہَے تیرا نام

لگتا ہَے جیسے رقص میں سب کائنات ہَے
جب بھی مِری زبان پہ آتا ہَے تیرا نام

کانٹے ملا کے مَیں نے بنایا ہَے اَپنا دل
اُس پر گُلوں کو جوڑ کے لِکھّا ہَے تیرا نام

ہر ہر قدم پہ ساتھ ہَے انوار کے سَدا
ہر سانس کے سفر کا اُثاثہ ہَے تیرا نام

Marfat.com

ہاتھ پھیلے ہیں کسی دشت کے دامن کی طرح
اَبر میں ڈھل کے برس جا کبھی ساون کی طرح

بال کھولے ہوئے روتی ہے مری تنہائی
ایک اُجڑی ہوئی بے خواب سہاگن کی طرح

چند لمحات نہیں، عُمر گزاری ہیں نے
جسم سے رُوح کے ٹوٹے ہوئے بندھن کی طرح

قافلے یاد کے ڈھونڈیں گے مگر مَیں اِک دن
وقت کی بھیڑ میں کھو جاؤں گا بچپن کی طرح

آہٹیں دل پہ اُتر آتی ہیں دستک بن کر
سینۂ شب میں دھڑکتا ہے تو دھڑکن کی طرح

آشیاں آج اگر زد میں ہے انوارؔ! تو کیا
زد میں حالات بھی آئیں گے نشیمن کی طرح

Marfat.com

شہرِ خموشاں

مِری غزلیں ہیں وُہ شہرِ خموشاں
جہاں بنتی ہیں قبریں کاغذوں کی
ہَوائے غم اُٹھا لاتی ہے جس میں
کفن لفظوں کے، لاشیں آنسوؤں کی

Marfat.com

○

رُوح میں چھوڑ کے بھونچال گزر جاتا ہے
یُوں مری عُمر کا ہر سال گزر جاتا ہے

آنکھ بُنتی ہے ہر اک شب کو نیا اِک سپنا
دن مگر چل کے نئی چال گزر جاتا ہے

زندگی! میں تیرے بازار سے گزرا جیسے
ہاتھ مَلتا ہوا کنگال گزر جاتا ہے

جو مرے حال پریشاں پہ تڑپ اُٹھتا تھا
اب وہی دیکھ کے احوال گزر جاتا ہے

چیرنے آتا ہے پربت کا جگر جو رہبر
کھود کے راہ میں پاتال گزر جاتا ہے

رسّیاں کاٹنے آتا ہے جو انوار! وُہی
پھینک کر ایک نیا جال گزر جاتا ہے

❁

Marfat.com

○

کیا ضرُوری ہے کہ بے جان ہوں سارے پتّھر
مَیں نے سینوں میں دَھڑکتے ہُوئے دیکھے پتّھر

سوچنا، کِس نے ہمیں سنگ صفت کر ڈالا
آئینہ ہوتے جو تم، ہم بھی نہ ہوتے پتّھر

مُشکلیں اَشک بہانے سے نہ آساں ہونگی
زورِ دریا نہ کبھی ابر سے پگھلے پتّھر

عہدِ خوشحال میں جِس سمت سے پھُول آتے تھے
وقت بدلا تو اُسی سمت سے آئے پتّھر

Marfat.com

آگ لفظوں کے تصادم سے بھڑک اُٹھتی ہے
جیسے ٹکرا کے اُگلتے ہیں شرارے پتھر

زخم بھی اِن کے مہک اُٹھتے ہیں خوشبو بن کر
پھول لگتے ہیں مجھے راہِ وفا کے پتھر

جانے کس کس پہ پڑی ہوں گی تمھاری نظریں
میں نے چُن چُن کے ترے شہر کے چوُمے پتھر

اپنی دستار بچاؤں کہ سنبھالوں خود کو
سر پہ طوفان ہیں اور پاؤں کے نیچے پتھر

Marfat.com

کچھ آنسو کچھ زخم چھپائے پھرتے ہیں
ہم بھی کیا کیا بوجھ اٹھائے پھرتے ہیں

اپنے اپنے بوجھل بوجھل کاندھوں پر
اپنی اپنی لاش اُٹھائے پھرتے ہیں

لرزاں ہیں کس خوف سے جاں کی دیواریں
بستی بستی ہم گھبرائے پھرتے ہیں

برف جمی ہے ہونٹوں پر سناٹوں کی
سوچوں میں طوفان بسائے پھرتے ہیں

Marfat.com

چیخوں کے انبار میں ہم شہنائی کی
دل کو جھوٹی آس دلائے پھرتے ہیں

تعبیروں کی اُجڑی اُجڑی آنکھوں میں
سپنوں کی تصویر سجائے پھرتے ہیں

پگھلاتی رہتی ہے پل پل یاد وہی
ہم جس یاد کے اوڑھ کے سائے پھرتے ہیں

کوئی ہم کو بھول گیا تو شکوہ کیا
ہم خود اپنا آپ بھلائے پھرتے ہیں

کیسے ہو انوار! اُجالا آنکھوں میں
خوابوں کے سورج گہنائے پھرتے ہیں

Marfat.com

○

درد کی راکھ سے اٹے آنسو
اب تو خوابوں سے بڑھ گئے آنسو

عمر بھر روشنی رہی گھر میں
خواب ٹوٹے تو جل اُٹھے آنسو

سب نے روشن کئے چراغ اپنے
مَیں نے دیوار پہ دھرے آنسو

تُو نہ آیا تو تیری حسرت میں
گر کے پلکوں سے سرگئے آنسو

Marfat.com

کچھ نہ کہنا بھی کہہ گیا سب کچھ
سِل گئے لب تو بول اُٹھے آنسو

جن پہ ہم نے گلاب چھڑکے تھے
ہائے وُہ لوگ دے گئے آنسو

لوگ اُگاتے ہیں رات کی رانی
مَیں نے آنگن میں بو دیئے آنسو

منتظر ہیں کسی کی آہٹ کے
شب کی پلکوں پہ جاگتے آنسو

بات کر، چھیڑ داستاں کوئی
اے مِرے ہم سفر مِرے آنسو

رنگ بھرنے چلا تھا جیون میں
اور دامن میں بھر لیے آنسو

Marfat.com

کِس نے دیکھے ہیں میری آنکھوں میں
ڈُوبتے خوابِ، تیرتے آنسُو

آج بھی پتّھروں میں تُلتے ہیں
کیا ترے اور کیا مِرے آنسُو

مُسکرانے کو لب ہلاتے تھے
اَور آنکھوں میں آ گئے آنسُو

تُو کبھی مجھ کو حوصلہ دیتا
مَیں کبھی پُوچھتا ترے آنسُو

چِھین کر خوابِ کتنی پلکوں میں
زندگی نے پرو دیئے آنسُو

پھُول دیکھُوں تو یاد آتے ہیں
اُس کے رُخسار پہ ڈھلے آنسُو

Marfat.com

موسمِ وصل میں جو بوئے تھے
موسمِ ہجر میں اُگے آنسو

اور کتنا ہے فاصلہ باقی؟
پوچھتے ہیں یہ ہانپتے آنسو

چہرہ ایسی کتاب ہے جس میں
دستِ قدرت نے لکھ دیئے آنسو

کھو گئے رتجگوں کے جنگل میں
ڈھونڈتے ڈھونڈتے تجھے آنسو

کوئی دُکھ تھا نہ کوئی خوشی کوئی
بے سبب آج بہہ گئے آنسو

درد آہ، گنگنا غزل میری
میں نے لفظوں میں بھر دیئے آنسو

Marfat.com

خواب کی جڑ میں آبِ زر ڈالا
خواب کی شاخ پہ کھلے آنسو

تکتے رہتے ہیں گھر کی ویرانی
میری پلکوں کی اوٹ سے آنسو

ڈھل چکی رات اے غمِ ہجراں!
تو بھی سو جا، کہ سو گئے آنسو

ضبط حد سے گزر گیا جب بھی
توڑ کر بند، بہہ گئے آنسو

کہکشاں بن گئی ہنسی تیری
خاک میں مل گئے مرے آنسو

کیا بجھائیں گے تشنگی میری
پیاس کی آگ پھانکتے آنسو

Marfat.com

دامنِ گُل پہ صُورتِ شبنم
رات کی آنکھ سے گرے آنسُو
پاس آئے تو ڈُوب جاؤ گے
دُور سے دیکھنا مرے آنسُو
وقت انوار یُوں گزارا ہے
کھا لیے زخم پی لیے آنسُو

Marfat.com

دھوپ چھاؤں کا سفر

سُکھ کی چھاؤں اور دُکھ کی دھوپ میں
قافلہ رہتا ہے سانسوں کا، رَواں

چند لمحوں کے لیئے آتا ہے پھر
رُخ بدل لیتا ہے خوشیوں کا سماں

چھوڑ جاتی ہیں اچانک راحتیں
آدمی کو وحشتوں کے درمیاں

کچھ قدم رہتا ہے سایہ ہم سفر
سر سے اُڑ جاتا ہے پھر ہر سائباں

Marfat.com

دُور تک جاتا ہے صحرا دھُوپ کا
ہم قدم رہتی ہیں غم کی آندھیاں

عید کا بس ایک دن ہے سال میں
اور ہے دس دن محرّم کی فغاں

بجلیوں کی مُسکراہٹ ایک پل
اَبر روتا ہے مگر پہروں یہاں

مختصر ہوتے ہیں قصّے طَرب کے
کرب کی ہوتی ہے لمبی داستاں

جلتی بجھتی رَہگُزر ہے زندگی
دُھوپ چھاؤں کا سفر ہے زندگی

Marfat.com

دشت میں سائے کی ضد، مت اے دلِ نادان کر
چل غموں کی دھوپ میں زخموں کی چادر تان کر

کرچیاں بکھرے ہوئے خوابوں کی پلکوں پر سجا
درد کے مضمون کا پیدا نیا عنوان کر

لب جلا ڈالے سرابوں کی جھلستی ریت نے
تشنگی لپکی جہاں پانی کا چشمہ جان کر

Marfat.com

چاٹ اب ظُلمت ، تجھے کِس نے کہا تھا بے خبر
جگنوؤں کی آس میں گھر کے دیئے ویران کر

ٹھوکریں کھا کے پلٹ آنے میں دُشواری نہ ہو
جانے والے جا مگر سب راستے پہچان کر

آرہی ہے ایک اَن دیکھے نگر سے یہ صَدا
زندگی ! اگلے سفر کا بھی کوئی سامان کر

خواہشیں انوار ! ہیں مرگِ صدا سے آشنا
چیخ اور خاموش جنگل اَور بھی سنسان کر

Marfat.com

برس رہے ہیں سحاب تیرے
نظر میں رِم جھم ہیں خواب تیرے

سحر ہے یا کوئی دِھیرے دِھیرے
اُلٹ رہا ہے نقاب تیرے

چراغ، سورج، کرن، ستارا
غزل میں سارے خطاب تیرے

کچھ ایسے دُکھ سُکھ کو بانٹ لیں آ
عذاب میرے، گلاب تیرے

Marfat.com

مَیں آگ پہنوں، تُو لہر اوڑھے
یہ دشت میرے، چناب تیرے

وُہ بِکھرے بِکھرے سوال میرے
وُہ مَہکے مَہکے جواب تیرے

وفا، محبّت، جمال، لہجہ
رہیں سلامت شباب تیرے

پڑھیں گے اشعار جلتے آنسو
یہ حَرف حَرف اضطراب تیرے

Marfat.com

○

خُدا کرے کہ سلامت رہے مِرا گلشن
چھپے ہوئے ہیں درختوں کی اوٹ میں دشمن

رُتوں کے جبر کا مارا لہُو اُگلتا ہے
گلوں کے شہر میں یہ خاک پھانکتا جیون

کہاں ہے تُو مِرے آنسُو سمیٹنے والے
ترے بغیر یہ کتنے گزر گئے ساوَن

ہُوا ہے دل جو شکستہ تو یہ عجب کیا ہے
کہ ایک دن تو بکھرنا تھا کانچ کا بَرتن

Marfat.com

تُو آپ آئے تو عالم ہی اور ہو گھر کا
فقط خیال سے تیرے مہک اُٹھا آنگن

کہاں تھا رات کے پھیلے ہوئے اندھیرے میں
ہُوئی جو صُبح تو سُورج بھی ہو گیا روشن

زمیں سحر کے اُجالے سمیٹ کر خُوش ہے
فلک پہ کتنے ستاروں کا لُٹ گیا جوبن

کبھی جو وقت کی گلیوں میں چھوڑ آئے تھے
پلٹ رہا ہے بڑھاپے میں پھر وُہی بچپن

وُہ حبسِ ذات کا آزار یُوں مداوا ہے
ہو جیسے قبر کے زِنداں میں خُلد کا روزن

Marfat.com

بیٹھ کر حالات کے زنداں میں رونے کے لیئے
زندگی! میں نے تجھے پایا تھا کھونے کے لیئے

اَب نہیں فرصت اُٹھاؤں اپنا لاشہ دوش پر
جی رہا ہُوں دُوسروں کا بوجھ ڈھونے کے لیئے

ابرِ باراں، اَشک، شبنم سب گریزاں ہیں تو کیا؟
ہے بہت خُونِ تمنّا زخم دھونے کے لیئے

کر گئی ہے خُشک، آنکھوں کو تپش حالات کی
چند آنسُو بھیج دے، پلکیں بھگونے کے لیئے

Marfat.com

ڈوبنے کے واسطے دریا ضرُوری تو نہیں
تشنگی کافی ہے میرے غرق ہونے کے لیئے

سامنے آئیں تو ہنس ہنس کر گلے ملتے ہیں جو
تاک میں ہیں پُشت کی خنجر چبھونے کے لیئے

پُوچھتے ہو کیا متاعِ اہلِ غم اِس شہر میں
پھانکنے کو خاک ہے فٹ پاتھ سونے کے لیئے

ڈال کر دامن میں میرے چل دیا انوار! وُہ
کچھ گہُر آہوں کے سانسوں میں پرونے کے لیئے

Marfat.com

دَراڑیں

دیکھ کر بیٹے کا لاشہ سامنے
برچھیاں آنکھوں میں جیسے گڑ گئیں
چیخ ماری ماں نے رکھ کے دل پہ ہاتھ
آسماں میں بھی دراڑیں پڑ گئیں

Marfat.com

"ہر شہر میں جنگل پھیل گیا"

کس صُبح کا سپنا دیکھا تھا
کس شام کا آنچل پھیل گیا
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

اک بستی کے حالات نہیں
اک دو قریوں کی بات نہیں
ہر نگری میں، ہر گلشن میں
ہر مسکن میں، ہر آنگن میں
صحراؤں میں، کہساروں میں
ان گلیوں میں، بازاروں میں

Marfat.com

ہر خواب کو ظلمت چاٹ گئی
ہر آنکھ میں کاجل پھیل گیا
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

یہ کیسی چھینا جھپٹی ہے
یہ کیسی مارا ماری ہے
یہ کیسا شور شرابہ ہے
یہ کیسا خون خرابہ ہے
چنگھاڑ یہ کیسی آتی ہے
جو دہشت بن کر چھاتی ہے
یوں نکلا غول درندوں کا
ہر جانب دنگل پھیل گیا
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

Marfat.com

ہر سمت صلیبیں بوتے ہیں
خود چین سے ظالم سوتے ہیں
کھلتے ہی آنکھیں پھوٹ گئیں
سب آس اُمیدیں ٹوٹ گئیں
کیا سوچا تھا کیا دیکھا ہے
ہر سانس لہو کی ریکھا ہے
انسان کا سینہ چاک ہُوا
اور مقتل مقتل پھیل گیا
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

یہ کیسی آگ کی دُھونی ہے
کیوں منظر خونی خونی ہے
کیوں رستہ رستہ جلتا ہے
کیوں آس کا سورج ڈھلتا ہے
پُر نور سحر کب پھوٹے گی؟
زنجیرِ ستم کب ٹوٹے گی؟

Marfat.com

اب رحم و کرم فرما مولا !
دُکھ درد کا بادل پھیل گیا !
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

Marfat.com

زرد رُتوں میں ہم نے سوچوں کو بہلانا سیکھ لیا ہے
تنہائی کے بنجر بن میں خوابِ اُگانا سیکھ لیا ہے

روشن کرتے رہنا اَشکوں سے بے نُور چراغوں کو
پھر اِک جھونکا بن کے سارے دیپ بُجھانا سیکھ لیا ہے

کون بتائے آخر کس کو، کس نے، کتنا لُوٹا ہے؟
بستی بستی چوروں نے بھی شور مچانا سیکھ لیا ہے

چاٹ لیئے ہیں جوبن سارے رنگ اُڑاتی دھُوپ نے یُوں
اب تو کاغذ کے پھُولوں نے بھی مُرجھانا سیکھ لیا ہے

Marfat.com

کِس کے شیریں لہجے کی اب بات کریں کہ لوگوں نے
میٹھی میٹھی باتوں میں بھی زہر پلانا سیکھ لیا ہے

جلتے بجھتے موسم ہوں یا کیسی رُت ہو ہم نے بھی
اُس کی خوشبو سے گھر بیٹھے گھر مہکانا سیکھ لیا ہے

اَب تو اکثر سینے سے اَنوار یہ باہر رہتا ہے
جب سے دل نے اِس نگری میں آنا جانا سیکھ لیا ہے

Marfat.com

میرے پاؤں میں وُہی غم کا بھنور ہے آج بھی
خواب اُجڑے ہیں مرے ویراں نظر ہے آج بھی

آج بھی لپٹی ہُوئی ہیں تن بدن سے وحشتیں
رات سے تاریک اپنی رہگذر ہے آج بھی

ایک سایہ تھا مرے ہمراہ، وُہ بھی چھن گیا
یُوں سرِ صحرائے شب تنہا سفر ہے آج بھی

چاٹتے رہتے تھے خُوں پہلے بھی سنّاٹے مرا،
آج بھی پتھّر ہیں لب، سُنسان گھر ہے آج بھی

Marfat.com

کِس نے پھینکا تھا کماں میں رکھ کے شُعلہ سا کوئی
رُوح میں اُس کی حرارت کا اثر ہے آج بھی

عظمتِ انسان کا معیار کل بھی زر ہی تھا
عظمتِ انسان کا معیار، زر ہے آج بھی

بے نیازانہ وُہ جن راہوں سے گزرے تھے کبھی
اُن حسیں راہوں پہ میرا خم یہ سر ہے آج بھی

کب سے وُہ گلیاں مری چہکار سے محرُوم ہیں
منتظر میرا وُہ گاؤں کا شجر ہے آج بھی

اِک جھلک دیکھے ہُوئے جس کی زمانہ ہو گیا
اُس کے چہرے کی نگاہوں میں سحر ہے آج بھی

Marfat.com

نہ لب پہ شکوہ نہ دل میں شکائتیں رکھنا
کٹا فتوں سے بچا کر محبتیں رکھنا

رہے یہ درد بدن کے غلاف میں لپٹا
چھپا کے روح میں غم کی عنائتیں رکھنا

ہے گل سے پیار کا دعویٰ تو نامناسب ہے
اسی کی شاخ کے کانٹوں سے نفرتیں رکھنا

بکھر نہ جائیں یہ شہر وفا کی دیواریں
حدودِ عشق سے باہر سیاستیں رکھنا

گڑی ہیں رہ میں صلیبیں اگر مسافت کی
سجا کے طاقِ تصور میں قربتیں رکھنا

Marfat.com

یہ کیسا دَور ہے یارب کہ شَر کی بستی ہیں
عذابِ جاں ہے ہمارا شرافتیں رکھنا

ستم زدوں کو یہ حالات خود سکھاتے ہیں
دِلوں میں آگ، سَروں میں بغاوتیں رکھنا

نجُھے نجُھے سے چراغوں کو دیکھتے کیا ہو؟
کہا تھا کس نے ہواؤں سے اُلفتیں رکھنا

مجُھے کسی سے نہیں کچُھ گلہ زمانے میں
بس ایک تو نہ زمانے سی عادتیں رکھنا

میں ایک شب کا مُسافر ہوں جاگتے لمحو!
نہ پیار کرنا، نہ مجھ سے عداوتیں رکھنا

یہ درد و سوز، یہ انوار! غم کی سوغاتیں
بہت سنبھال کے اُس کی امانتیں رکھنا

Marfat.com

شہکار

اگر چشمِ تصوّر میں
تجھے دیکھوں ، تجھے سوچوں
تو لگتا ہے کہ جیسے میری پلکوں کے دریچوں میں
دھنک سی آن اُتری ہو

کبھی چشمِ تصوّر میں
جو تجھ سے بات کرتا ہُوں
تو ٹھہرا ٹھہرا لگتا ہے
مجھے ہر پل، ہر اک لمحہ
میں ان لمحوں کے جھُرمٹ میں
تری باتوں، ترے لفظوں کے موتی چُنتا رہتا ہُوں

تو پھر ان موتیوں سے
کہکشاں میں بُنتا رہتا ہُوں

Marfat.com

نہیں یہ بات کچھ پل کی
دِنوں کی ہے نہ برسوں کی
کہ تیری رُوح سے میرا کئی صدیوں کا رشتہ ہے
بتا مجھ کو
مری اس رُوح کی بے چین وادی میں
تو کس نگری سے آیا ہے ؟
بتا ؛ یہ کیا کرشمہ ہے ؛
یہ کیسا تیرا جادُو ہے ؛

ہنسے جو تُو
تو تیرے ساتھ کلیاں کیوں چٹکتی ہیں ؟
دھڑکتا ہے جو دل تیرا
تو تیرے دل سے میری دھڑکنیں بھی کیوں دھڑکتی ہیں ؟
جہاں سے تُو گزر جائے
وُہ راہیں دیر تک تیری مہک سے کیوں مہکتی ہیں ؟

ہوائیں
تجھ کو چھُو لیں تو
بتا، بے رنگ و بُو رستوں پہ افشاں کیوں چھڑکتی ہیں !

Marfat.com

تُو یاد آئے
تو تیری یاد کی گلنار ٹہنی پہ
بتا کیوں میری افسُردہ تمنّائیں چہکتی ہیں ؛
مَیں جاگوں تو شبِ غم میں
تمہاری آرزُو کی اَن گنت پرچھائیاں آکر
مجھے باہُوں میں لے کر کیوں محبّت سے تھپکتی ہیں ؛
کبھی چشمِ تصوّر میں
پریشاں تجھ کو دیکھوں تو
بتا کیوں میری آنکھیں بھی ترے غم میں چھلکتی ہیں ؛

اگرچہ عالم ہُو ہے
مگر تُو میرے ہر سُو ہے
دھنک ہے تُو کہ خُوشبو ہے
تُو تارا ہے کہ جگنُو ہے
بتا مجھ کو کہ کیا تُو ہے
یہ کیسا تیرا جادُو ہے !

تُو بولے تو
بہاریں دِھیرے دِھیرے مُسکراتی ہیں

Marfat.com

تو رُوٹھے تو
گلابوں کی رُتیں تجھ کو مناتی ہیں
تو چل دے تو
ہزاروں رنگ دھرتی پہ بکھرتے ہیں
تو تک لے تو
ستارے حجلۂ جاں میں اُترتے ہیں
تو ایسا دلرُبا ہے
تو وہ شہکارِ مشیّت ہے

کہ قدرت نے ہوا سے نرمیاں لیں، ابر سے بوندیں
مہک لی کھلتی کلیوں سے، ترنّم آبشاروں سے
دھنک سے رنگ، پھولوں سے تبسّم، نغمہ کوئل سے
تمازت دھوپ سے، شبنم سے ٹھنڈک ضو ستاروں سے
بلا کے حُسنِ عالم کو تجھے رب نے بنایا ہے
بنا کے پھر مری یادوں کے آنگن میں بسایا ہے

Marfat.com

پلکوں پہ ہر اِک اشک پرویا نہیں جاتا
آنکھوں سے ہر اِک زخم کو دیکھا نہیں جاتا

یہ کام تو لہجے سے بھی لے لیتی ہے دُنیا
ہر سنگ کو ہاتھوں سے اُچھالا نہیں جاتا

لہریں بھی چلیں ساتھ ضروری تو نہیں ہے
ہر ناؤ کے ہمراہ تو دریا نہیں جاتا

تعبیر اگر اِس کے مقدّر میں نہیں ہے
کیوں چھوڑ کے پھر آنکھ کو سپنا نہیں جاتا

جس یاد سے زندہ ہوں اُسے کیسے بھلا دُوں
خود سانس کی ڈوری کو تو کاٹا نہیں جاتا

Marfat.com

رُک جاتی ہے ہر سوچ درِ یار پہ جا کر
اُس در سے پرے کوئی بھی رستہ نہیں جاتا

اُس موڑ سے ہو جاتا ہے آغاز جنوں کا
انجام جہاں عشق کا سوچا نہیں جاتا

ہمّت ہے تو پھر کھینچ لو سورج کی طنابیں
ڈھلتے ہوئے سائے کو تو روکا نہیں جاتا

اُترو بھی مرے اشک سمندر میں کسی دن
ساحل سے تو گہرائی کو ناپا نہیں جاتا

رہتا ہے مرے ساتھ رواں دھوپ نگر میں
سر سے تری دیوار کا سایا نہیں جاتا

کیوں ظُلم کے انوار! پگھلتے نہیں پتھر
کیوں جبر کا نسلوں پہ اِجارا نہیں جاتا

Marfat.com

اُوقات

دِن رات کی گردش برحق ہے دن رات بدلتے رہتے ہیں
حالات پہ کیوں حیرت ہو مجھے حالات بدلتے رہتے ہیں
موسم بھی رنگ بدلتا ہے کیا شکوہ موسم سے لیکن
افسوس ہے اُن پر جو اپنی اوقات بدلتے رہتے ہیں

Marfat.com

تنہائی میں سرگم گھولو!
یادو! چپ کے بندھن کھولو

عشق ستارہ، عشق سمندر
کرنیں یا لو، دامن دھولو

محفل محفل زخم سمیٹو
تنہائی میں جا کے رو لو

جاہل جاہل کہلاؤ گے
اِتنا بڑھ چڑھ کے مت بولو

Marfat.com

یا منزل کی آس نہ رکھّو
یا رستوں کے بیچ نہ ڈولو

خود بھی زخمی ہو جاؤ گے
مَت اَوروں کے زخم ٹٹولو

ہم پر تہمت بھی دَھر لینا
پہلے اپنے داغ تو دھولو

عزّت کا معیار یہی ہے
قد ناپو، دستار کو تولو

نیندوں کی خیرات کہاں اَب
جلتی آنکھوں کے کشکولو!

آنسُو موتی، آنسُو گوہر
مٹّی میں انوار! نہ رولو

Marfat.com

برس جاتا ہے جس کو دیکھ کے ساون، شراروں میں
وہ ایسا شخص کوئی ایک ہوتا ہے ہزاروں میں

ترنّم قہقہوں کی آبشاروں کا بجا لیکن
مزا کچھ اور ہی ہے بیٹھنے کا غم کے ماروں میں

یہ کس بے درد کی عیزت کا لاشہ آ گرا ہم میں
یہ کس نے طنز کا پھینکا ہے پتھر اشکباروں میں

گہر چاہت کے پاؤ گے نہ رنگوں کے سمندر میں
ملیں گے تم کو یہ انمول موتی خاکساروں میں

Marfat.com

سُنائی دے رہی ہے بازگشت اُس کی مجھے اب بھی
کہ جیسے گونجتی ہو اِک صدا سی کوہساروں میں

مِری خُوشیوں کے رَہزن ہی مِری خوشیوں میں شامل تھے
ملے گا میرا قاتل تم کو میرے سوگواروں میں

اُسے خوشبو بھرے جھونکوں سے بھی تکلیف ہوتی ہے
جلا ہو دھیرے دھیرے آشیاں جس کا بہاروں میں

چھلک جاتا ہے غم انوارؔ آنسو بن کے آنکھوں سے
کہ یہ دریا نہیں رہتا کبھی اپنے کناروں میں

Marfat.com

کچھ کم نہیں تھیں دن کی دہکتی اذیتیں
ہمراہ لے کے آئی ہے شب بھی اذیتیں

تشنہ لبی نے نیند کے جنگل جلا دیئے
کب تک لہو پئیں گی یہ پیاسی اذیتیں

ہنسنے کی عمر میں نے تڑپ کر گزار دی
آدھے سفر میں کاٹ لیں پوری اذیتیں

یارب! لہو اگلنے لگی زندگی مری
اب تو کوئی سمیٹ لے میری اذیتیں

Marfat.com

سہہ سہہ کے کرب کاٹ لیا جب کوئی سفر
تھیں سامنے اِک اَور سفر کی اَذیّتیں

اب تو ہر ایک موڑ پہ پانی کی بُوند سے
سستا ہے خُون، خُون سے سستی اَذیّتیں

گزرا نہ ہو جو خود کسی آزار سے، وُہ دل
محسوس کیا کرے گا کسی کی اذیّتیں

خُوشیاں مرے نصیب کی دے دے تجھے خُدا
دامن میں میرے ڈال دے تیری اَذیّتیں

اَنوارؔ! بھُول جاتے ہیں مجھ کو یہ غم مرے
پھرتی ہیں جب نگاہ میں اُس کی اذیّتیں

Marfat.com

دَر کھلنے کا عکس نظر میں رہتا ہے
سوچیں گھر میں، جسم سفر میں رہتا ہے

پَل پَل ہے اِک دَھڑکا، دُنیا سے جانے کا
دل لمحوں کی راہگذر میں رہتا ہے

جَڑ کا خُون پلانا کوئی دیکھے کیا
یاں تو سب کا دھیان ثمر میں رہتا ہے

عمر گھٹی ہے سانس کے ہر ہر چکّر میں
لگتا ہے اِنسان صفر میں رہتا ہے

Marfat.com

تنہائی کا ہو یا ہو خدشوں وہموں کا
اِک نہ اِک آسیب تو گھر میں رہتا ہے

ربط اچانک توڑنے والے سوچ ذرا
کچھ تو شب کا رنگ سحر میں رہتا ہے

ہلکی ہلکی آنچ میں جلتا رہتا ہوں
میٹھا میٹھا درد جگر میں رہتا ہے

میں اک جلتے دردنگر کا باسی ہوں
تو بتلا کس روپ نگر میں رہتا ہے

دیتا ہے انوار دعائیں ساحل کی
مجھ کو جو اِک شخص بھنور میں رہتا ہے

Marfat.com

بکھرتی سوچوں میں گم سدا محوِ یاس رہنا ہری رُتوں میں
کہاں سے سیکھا ہے تُو نے اے دل! اُداس رہنا ہری رُتوں میں

بہار آئی مگر نہ لائی وُہ میرے خوابوں کے سبز پتّے
غضب ہے شاخِ شجر کا یُوں بے لباس رہنا ہری رُتوں میں

تجھے نہ پاکر کہیں پلٹ ہی نہ جائیں خوشبو بھری ہوائیں
مجھے اکیلا نہ چھوڑنا، میرے پاس رہنا ہری رُتوں میں

خزاں کے ہاتھوں جو پیڑ اُجڑے دکھائی دیتا ہے سب کو لیکن
بہت کٹھن ہے نگاہ کا عکس شناس رہنا ہری رُتوں میں

Marfat.com

مجھے بھی لینے دے سانس، تو بھی سکون لے دُکھ کے زرد سائے
نہیں مناسب ترا محیطِ حواس رہنا، ہری رُتوں میں

ہیں سانپ اب بھی چنبیلیوں میں ہیں اب بھی سہمے ہوئے نشیمن
چمن کو کب تک ہے یُوں ہی وقفِ ہراس رہنا ہری رُتوں میں

گلاب لفظوں سے رنگ بھرنا، اُداس لمحوں کی پتّیوں میں
نظر کے پھیکے ثمر کی بن کے مٹھاس رہنا ہری رُتوں میں

Marfat.com

کچھ منظر ایسے ہوتے ہیں
ہر آن جو سوچوں یادوں کے
رُومال میں لپٹے رہتے ہیں
جو آنکھ سے اوجھل رہ کر بھی
اِحساس کے کورے کاغذ پہ
کچھ رنگ سے بھرتے رہتے ہیں
جب لمحے چُپ ہو جاتے ہیں
وُہ باتیں کرتے رہتے ہیں

Marfat.com

کچھ ساگر ایسے ہوتے ہیں
جو چپکے چپکے پلکوں کے
اُس پار مچلتے رہتے ہیں
جب زرد ہوائیں چلتی ہیں
جب درد دریچے کھلتے ہیں
جب خواب نگر جل جاتے ہیں
وہ اشکوں میں ڈھل جاتے ہیں

کچھ پتھر ایسے ہوتے ہیں
جو لمحہ لمحہ سینے میں ؟
بیکار دھڑکتے رہتے ہیں
انفاس کی جلتی شمعوں پہ
ظلمات چھڑکتے رہتے ہیں
جو چاہت سے کتراتے ہیں
اور پھر بھی دل کہلاتے ہیں

Marfat.com

تیرے پلٹ جانے کا غم

لمحہ لمحہ جل رہا ہو جو جھُلستی دھوپ میں
پُوچھنا اس دشت سے بادل کے چھُٹ جانے کا غم
زندہ کر جاتی ہے ہم کو تیرے آنے کی خُوشی
مار جاتا ہے ہمیں تیرے پلٹ جانے کا غم

Marfat.com

سب سے چاہت کا سلسلہ رکھنا
پھر بھی تھوڑا سا فاصلہ رکھنا

کتنا مُشکل ہے زخم کھا کر بھی
دل میں جینے کا حوصلہ رکھنا

سہتے رہنا ستم بھی کانٹوں کے
اور چہرہ بھی پھُول سا رکھنا

لذّتِ درد بانٹتے ہیں ہم
ہم فقیروں سے رابطہ رکھنا

Marfat.com

میں اُجالوں میں ڈھل کے آؤں گا
تو دریچہ سدا کھُلا رکھنا

ایسے لگتے ہو اَور بھی پیارے
خود کو یونہی ذرا خفا رکھنا

اَب تو سانسیں بھی سونپ دیں تجھ کو
اَب نہ ہم سے کوئی گِلہ رکھنا

عقل راہوں میں رول دیتی ہے
عشق کو اَپنا رہنما رکھنا

اِس کی خوشبو ہے زندگی انوار
دَرد کا گلستاں ہرا رکھنا

Marfat.com

○

تو ہجومِ کرب میں تھا مگر تجھے حوصلہ بھی نہ دے سکا،
میرے پاس تھی جو ترے لیئے، تجھے وہ وفا بھی نہ دے سکا

میرے پاس بھی تو اَلم ہی تھے، غمِ زندگی کے ستم ہی تھے
مَیں تمہیں تمہاری محبّتوں کا کوئی صِلہ بھی نہ دے سکا

میرے پاؤں بھی تھے بندھے ہُوئے، میری آنکھ میں بھی غبار تھا
تجھے منزلوں کا سُراغ کیا، مَیں تو راستہ بھی نہ دے سکا

اے مُسافرِ شبِ زندگی! یہ تو بتا کہ کیسے کٹا سفر
مجھے معاف کر تیرے ہاتھ میں، مَیں کوئی دِیا بھی نہ دے سکا

Marfat.com

تیری چُور چُور وہ خواہشیں، جو تھکن سے ٹوٹ کے گر پڑیں
اُنہیں کہکشائیں تو کیا رہیں، مَیں تو بوریا بھی نہ دے سکا

میری بے لبسی کی ہَواؤں نے، میرا لفظ لفظ بُجھا دیا
میرے پاس سے تو گزر گیا، مَیں تجھے صَدا بھی نہ دے سکا

تو اُلجھ رہا تھا جو لہر سے تو مَیں تجھ سے دُور بھنور میں تھا
تیرے ڈُوبتے ہُوئے خواب کو مَیں جو آسرا بھی نہ دے سکا

کڑے فاصلوں کی صلیب تھی، میرے اَشک سے تیرے عَفو تک
تجھے ہاتھ جوڑ کے پیار کا، کبھی واسطہ بھی نہ دے سکا

مجھے رتجگوں میں پرو گیا، تو فراق اوڑھ کے سو گیا
مَیں تجھے درازیٔ عُمر کی، میری جاں! دُعا بھی نہ دے سکا

Marfat.com

آنسُو بولتے ہیں

صدا کھو جائے غم کے جنگلوں میں
تو دُکھ اپنے دریچے کھولتے ہیں
بیاں آواز کا محتاج کب ہے
زباں چُپ ہو تو آنسُو بولتے ہیں

Marfat.com

چہرہ حالات کا بدلا ہوا تیور ہوں میں
درد کی آنکھوں کا اِک چھلکا ہوا ساغر ہوں میں

رہگذر کی گرد میں لپٹا ہوا میرا نصیب
کیا کسی کو دوش دُوں کہ راہ کا پتھر ہوں میں

اشک ہیں خوابوں کے قبرستان کے جلتے دیئے
زندگی ہے قبر میں، خود قبر سے باہر ہوں میں

جو کبھی رہتے تھے میری دسترس میں رات دن
آج اُن حالات کے پاؤں کی اک ٹھوکر ہوں میں

Marfat.com

اپنے ہاتھوں سے بجھائے میں نے اپنے سب چراغ
گڑ گیا جو اپنے ہی سینے میں وہ خنجر ہوں میں

شامِ غم کو ضد ہے میرے ساتھ چلنے کی مگر
کیا خبر اُس کو کہ خود اِس شہر میں بے گھر ہوں میں

کیوں یہاں مہکے سری خوشبو سے کوئی انجمن
بوئے گل ہوں میں نہ کوئی مشک اور عنبر ہوں میں

کہہ رہی ہیں الوداع بجھتی ہوئی آنکھیں مری
ڈوبتی جاتی ہیں سانسیں بس کوئی دم بھر ہوں میں

لے گیا انور سب کچھ وقت کا سیلِ رواں
آرزو کے گاؤں کا اُجڑا ہوا منظر ہوں میں

Marfat.com

اِک نُورِ شب کو چار طرف پھیلتا رہا
تاروں کی اوٹ، کوئی مجھے دیکھتا رہا

وُہ بھی تمام رات نہ سویا، نہ بات کی
مَیں بھی کسی خیال میں گُم، جاگتا رہا

نکلا نہیں تھا چاند مگر چاندنی رہی
بارش نہیں تھی پھر بھی بدن بھیگتا رہا

کچھ پَل رہا وہ میری نگاہوں کے سامنے
پھر مَیں تمام عمر اُسے سوچتا رہا

Marfat.com

سیلاب میں بھی راستے بنتے گئے مگر
اِک اشک بجھتا جو پاؤں سرے روکتا رہا

کاٹ اب سزا ندامتِ مہر و وفا کی تو
اندھے نگر میں آئینے کیوں بانٹتا رہا

اُٹھتی رہی بدن سے چھناکوں کی گونج سی
شب بھر مرے وجود میں کیا ٹوٹتا رہا

کوئی بہا کے اشک ہمیں دے گیا فریب
کوئی ہنسی دکھا کے ہمیں لوٹتا رہا

شیشہ بنا تو آ لگے پتھر کئی مجھے
پتھر ہوا تو راہ کے دکھ جھیلتا رہا

اوڑھے غبارِ عمر بھر سانسوں کے شہر میں
اِک شخص زندگی کا پتہ پوچھتا رہا

Marfat.com

جس نے مرے لہو میں اُتاری تھی روشنی
سینا وہی تو خون، مرا چاٹتا رہا

رُلتے رہے جو حق کو یہاں مانگتے رہے
اچھّا رہا جو بڑھ کے اسے چھینتا رہا

اُس نے کیا جو کام وہ مَیں نے نہیں کیا
یُوں بے ادب سے بَن مَیں ادب سیکھتا رہا

جسموں کے قتل ہونے سے مرتی نہیں صدا
نیزے پہ بھی حسینؓ کا سر بولتا رہا

گاڑیں جہاں بھی ظلم نے انوار سُولیاں
جذبوں کا آفتاب وہیں پھُوٹتا رہا

Marfat.com

○

نہ جانے گا زمانہ دُکھ دلوں کے
دریچے بند کر لو آنسوؤں کے

صداؤں کو ترس جاتے ہیں دَر بھی
گزر جاتے ہیں موسم آہٹوں کے

بکھیرو راستوں میں مُسکراہٹ
گھروں میں چھوڑ آؤ غم گھروں کے

صلیبیں توڑ دو سب فاصلوں کی
گرا دو بُت دلوں سے نفرتوں کے

Marfat.com

دریدہ پیرہن ہوں میں تو کیا ہے ؛
گریباں چاک ہیں. بخیہ گروں سے کے

مری آنکھوں کو پس منظر دکھاؤ
نہ پھینکو جال مجھ پہ منظروں کے

گلے ملتی ہے یوں ہنس ہنس کے دُنیا
کھلے ہوں مونہہ جیسے خنجروں کے

بٹے ہیں خواب یوں قریہ بہ قریہ
عذاب اترے ہوں جیسے رہگوں کے

بنامِ دین دو کانیں سجی ہیں
ہوئے مذہب پہ قبضے تاجروں کے

گرے لاشے وہیں کردار کے بھی
جہاں میلے سجے قزاقوں کے

Marfat.com

نہیں پلتے زمیں کی تہہ میں سارے
ٹھکانے اور بھی ہیں زلزلوں کے

اُچک لیں ریت کی آندھی نے مجھ سے
گہریں نے بُنے جن پپیوں کے
تصوّر کا سُوت کا آتا ہے ملنے
دکھا جاتا ہے منظر بُلبلوں کے

کفن پہنے گا سورج جب شفق کا
سُنے گی شام نوحے جگنوؤں کے
جلیں گی جاں کی دیواریں یہ کب تک
بدن دہکیں گے کب تک خواہشوں کے

خزاں کے کب یہاں سمٹیں گے سائے
دریچے کب کھلیں گے خوشبوؤں کے

Marfat.com

امیرِ شہر کی شمعوں کی خاطر
دِیئے بجھتے رہیں گے مفلسوں کے

تمہیں عادت تھی سپنے دیکھنے کی
چُنو پلکوں سے ڈھیر اَب کرچیوں کے

پلٹ آئیں، ضرُوری تو نہیں ہے
کھُلے ہیں بادباں جن کشتیوں کے

بکھر جائیں تو شب، سمٹیں تو دن ہو
عجب ہیں سلسلے اُن گیسوؤں کے

الٰہی! خیر ہو ایسے دِیوُں کی،
جلے ہیں جو مقابل آندھیوں کے

ہوَا مایوُس واپس جا رہی ہے
سجے نقشے پھُول گھر میں کاغذوں کے

Marfat.com

صلیبیں ظلم کی اُکھڑیں گی کب تک
بنیں گے پھول کب سنگ راستوں کے

لہو میں کب تلک ڈوبیں گے سہرے
سہاگ اُجڑیں گے کب تک دُلہنوں کے

سسکتے آنگنوں میں کب اے مولا!
جلوس اُتریں گے بھیگی ساعتوں کے

یہ شب کٹنے سے پہلے ہی رگوں میں
اُتر جائیں نہ خنجر ظلمتوں کے

ابھی منزل کہاں اے دل! چلا چل
ابھی سہنے ہیں صدمے پتھروں کے

کریں انوار کیا اِن پر بھروسہ
بدل جاتے ہیں تیور موسموں کے

Marfat.com

چاہت کے بے داغ اُجالے اچھّے لگتے ہیں
ساجن! تیرے خوابِ جزیرے اچھّے لگتے ہیں

یادیں تیری اَشکوں کو یوں پیار سے تکتی ہیں
جیسے بہنوں کو ماں جائے اچھّے لگتے ہیں

پچھلی شب کے بھیگے لمحوں کے سنّاٹوں میں
کھلنے والے دُر دریچے اچھّے لگتے ہیں

Marfat.com

اپنے جگنو بھول کے میرے گھر آجاتی ہے
شب کو میرے اشک ستارے اچھے لگتے ہیں

جب سے اپنوں کے احوال کھلے ہیں آنکھوں پہ
تب سے دل کو لوگ پرائے اچھے لگتے ہیں

کوچہ کوچہ کیسے کیسے ماتم اترے ہیں
شہروں سے اب تو ویرانے اچھے لگتے ہیں

پتھر ہوں یا ظلمت، پھر بھی ایک مسافر کو
اپنے گھر تک جاتے رستے اچھے لگتے ہیں

سرد رگوں میں ہلکی ہلکی آنچ تو رہنے دو
جیون کے کچھ خواب ادھورے اچھے لگتے ہیں

لوگ مسلسل خوشیوں سے اکتا بھی جاتے ہیں
گاہے گاہے کے ہچکولے اچھے لگتے ہیں

Marfat.com

دُنیا کی نظروں میں چاہے بَد ہوں پھر بھی تو
ماں کو اپنے راج دُلارے اچھّے لگتے ہیں

کون مِرے اشکوں کے ماتھے پہ لکھ دیتا ہے
ایسی عمُروں والے ہنستے اچھّے لگتے ہیں

بِکھرے ہوں گے ٹوٹ کے سپنے اُس کے بھی جس کو
پتھّر سے ٹکراتے شیشے اچھّے لگتے ہیں!

چھُو لیں جو انوار! مِرے احساس کی رفعت کو
مجھ کو ایسے لوگ اچھُوتے اچھّے لگتے ہیں

Marfat.com

سنّاٹا

خوابِ کی گلیوں میں سنّاٹا سا کیسا ہو گیا
خون میں اپنے ہی تر شہرِ تمنّا ہو گیا
لاکھ تارے ٹوٹنے سے بھی نہ کبھی کب روشنی
ایک دل ٹوٹا تو جیون میں اندھیرا ہو گیا

Marfat.com

اس سے کہنا ذرا

اس کی خوشبو میں
ڈوبی ہوئی اے ہوا
آ مرے پاس آ
خود کو دامن سے تیرے میں یوں باندھ لوں
پھر نہ ہوں ہم جدا
ساتھ تیرے سدا
میں بھی اڑتا پھروں
اور گاتا پھروں
میں بھی نغمات اس کی عنایات کے
اُن کمالات کے، اُن حکایات کے
اس کی آنکھوں سے پاؤں
جلا ہر گھڑی
نام کی اس کے دھوں میں صدا ہر گھڑی
ساتھ میرے ہوں رقصاں
فضائیں سبھی
رشکِ عنبر ہوں میری ادائیں سبھی

Marfat.com

وَجد میں ہوں
مِرے ساتھ افلاک بھی
جُھوم جائے
فرشتوں کا ادراک بھی
مَیں اُڑوں تو
مرے ساتھ اُڑ نہ سکیں
میرے دَرد و اَلم
مَیں چلُوں تو
مرے ساتھ چل نہ سکے
سایۂ رنج و غم
مَیں رُکوں تو
نہ پکڑے یہ پاؤں زمیں
مَیں جُھکوں تو
نہ بوجھل ہو میری جبیں
وقت مجھ پہ نچھاور کرے کہکشاں
ہر طرف نُور ہی نُور کا ہو سماں
آندھیوں سے نہ مجھ کو پڑے واسطہ
بجلیاں میرا روکیں نہ پھر راستہ

Marfat.com

میرے اندر
اُداسی نہ گونجے کبھی
میرے باہر
نہ تنہائی برسے کبھی
میں جہاں بھی رہوں
میرے سر پر سدا اُس کا سایا رہے
اَبر اُس کی محبّت کا چھایا رہے
اے ہوائے خنک!
بادِ شہرِ وفا!
تُو مجھے اپنے دامن سے یوں باندھ لے
رفعتِ آسماں
ناز مجھ پہ کرے
کہکشاں کہکشاں
ہو یہ دھرتی جہاں
میرا احساس دھیرے سے پاؤں دھرے
زندگی جب کبھی
حبس میں ڈوب کر تلملانے لگے
تیرے ہاتھوں کے ٹھنڈے

Marfat.com

خَنک لمس کے نرم اعجاز سے
مُسکرانے لگے
جب چمٹنے لگیں
دل کی دیوار سے
گہری خاموشیاں
جب سمٹنے لگیں
شب کو شہرِ سماعت کی سرگوشیاں
ایسے ماحول میں
دل کے کشکول میں
اُس کے لفظوں کے سِکّے
چھنکتے رہیں
اُس کی آواز کے
پھول کھِلتے رہیں
سینۂ ہجر کے چاک سِلتے رہیں
اے ہوائے خُنک!
بادِ شہرِ وفا!
اس کے در سے گزر کے ہو جو ترا

Marfat.com

اس سے کہنا ذرا
یہ ترا بے نوا
دے رہا ہے صدا
کرب ہے آشنا
لوگ نا آشنا
کون تیرے سوا
غم کی دے گا دوا
اے مرے ساقیا!
دِلرُبا، ماہیا!
کس کو فرصت بھلا
کون آنسو مرے
اپنے دامن میں لے
کون دے حوصلہ
سنگ زادوں کی بستی میں رہتا ہوں میں
اشک بن بن کے آنکھوں سے بہتا ہوں میں
کتنے برسوں سے
جاری ہے یہ سلسلہ
چیختا ہوں تو کوئی بھی سنتا نہیں
خواب بکھرے تو کوئی بھی چنتا نہیں

Marfat.com

جو میرے ہر غم کو اپنے سینے لگا کے روتا، کوئی تو ہوتا
جو اپنی پلکوں پہ میرے اشکوں کے گل پروتا، کوئی تو ہوتا

کوئی تو آتا محبتوں کی بہار بن کر، قرار بن کر
میں دکھتی راتوں میں جاگتی تو نہ وہ بھی سوتا کوئی تو ہوتا

کوئی تو اک دن کہیں سے غم خواریوں کے جھرنے میں ڈھل کے آتا
سسکتی محرومیوں کے دامن سے داغ دھوتا، کوئی تو ہوتا

جو زندگی کے اجاڑ رستوں کی دوپہر میں، کڑے سفر میں
شجر اگاتا، شرار چنتا، گلاب بوتا، کوئی تو ہوتا

Marfat.com

اُتار لیتا دُکھوں کے سائے، جو میرے سر سے بس اِک نظر سے
وفا کی شبنم سے دشتِ احساس کو بھگوتا، کوئی تو ہوتا

جو اپنی رِم جھم سے میری شہ رگ کے بجھتے موسم کو سبز کر کے
اُداس لمحوں میں چاہتوں کی دھنک سموتا، کوئی تو ہوتا

لپیٹ کر جو ستارۂ صبحِ نو کی کرنیں مرے بدن پر
سحر کے گہرے سمندروں میں مجھے ڈبوتا، کوئی تو ہوتا

مَیں یُونہی گِر گِر کے کتنے ہاتھوں سے کِرچیوں میں بٹا ہُوں اَب تک
جو مجھ کو پاتا تو پھر کبھی عُمر بھر نہ کھوتا، کوئی تو ہوتا

سمیٹ لیتا کوئی تو انوار! بکھرے بکھرے سے خواب ریزے
قدم قدم کہکشاں بچھاتا، کوئی تو ہوتا، کوئی تو ہوتا

Marfat.com

○

کبھی لبوں پہ بچھا لیا چُپ کا جال مَیں نے
کبھی ہنسی میں چھُپا لیا دل کا حال مَیں نے

مِرے نقوشِ قدم رہیں گے گواہ میرے
ہَوا کے رُخ پر چلی نہیں اپنی چال مَیں نے

نہ پُوچھ کیسے دیئے بُجھاتی ہوئی ہَوا سے
بچا کے رکھّا ہُوا ہے تیرا خیال مَیں نے

رہا ہے احساس میرا اب کے برس بھی گھائل
کٹا ہُوں پل پل میں خود کہ کاٹا ہے سال مَیں نے

Marfat.com

نہ جانے کیسے ہُوا تجھے حوصلہ جفا کا
نہ جانے کیسے یہ سہہ لیا ہے ملال مَیں نے

ستم کے بدلے میں مُسکرانا بھی کم نہیں ہے
کیا ہے دشمن کا یُوں بھی جینا محال میں نے

وُہ سب سوالوں کا بن کے ایسا جواب آیا
مٹا دیا لوحِ جاں سے پھر ہر سوال مَیں نے

اُترتے دیکھا ہے یُوں ہی انوارؔ زندگی بھر
رفاقتوں پر جُدائیوں کا وَبال مَیں نے

Marfat.com

تصویر

تیری تصویر کو دیکھوں تو خیال آتا ہے
تو ہے یا نور کا سیلاب ہے ٹھہرا ٹھہرا
میری آنکھوں کے دریچوں میں یہ اُجلا اُجلا
تیرا چہرہ ہے کہ مہتاب ہے ٹھہرا ٹھہرا

تیری آنکھیں ہیں کہ شب تاب کے سنّاٹے میں
صفحۂ دل پہ دھنک اوڑھ کے اتری غزلیں
یا کسی جھیل میں کھِلتے ہُوئے پاکیزہ کنول
جن پہ سجدوں کے لیے چاند کی کرنیں مچلیں

تیری پلکوں کے افق پر یہ تری پیشانی
صُبحدم جیسے کہ سُورج کا کنارا نکلے
تیرے عارض کے گلابوں پہ رُکے کچھ پل کو
اور پھر دُور تلک دُھوپ سنہری چمکے

Marfat.com

اِک تسلسل سے مری سمت یہ تکنا تیرا
جیسے مِل جائیں کڑی دھوپ میں گہرے سائے
چلتے چلتے ہُوئے خم کھاتی بھنوئیں یہ تیری
زندگی جیسے حسیں موڑ کوئی مُڑ جائے

تیرے ماتھے پہ کسی سوچ کی ہلکی سی لکیر
کہکشاؤں کی گزرگاہ نظر آتی ہے
جب بھی دھندلانے لگے میرے خیالوں کا سفر
روشنی سی مرے احساس پہ برساتی ہے

یہ ترے بال یہ بالوں میں چمکتی لہریں
جس طرح رات کی گلیوں میں دمکتے جگنو!
یا کسی شہر کو جنگل سے نکلتا رستہ
یا گھنی سیاہ سی پلکوں پہ خوشی کے آنسو

Marfat.com

جھلملاتے ہوئے رُخسار پہ تیرے جیسے
کارواں صحنِ حرم میں ہوں رُکے صبحوں کے
یا ستاروں میں گھرے وصل کے خوابوں کی طرح
آئینے شہرِ شفق میں ہوں سجے کرنوں کے
تیرے لب ہیں کہ گلابوں سے لکھے دو مصرعے
جن میں رقصاں ہے تبسّم کسی خوشبو کی طرح
ڈھل کے نغمات میں خاموش تکلّم اِن کا
حجرۂ جاں میں اُتر جاتا ہے جادُو کی طرح
جی میں آتا ہے کہوں تجھ سے کہ بولو جاناں
یہ کرشمہ بھی مرا درد دکھا دے شاید
ایک آواز پہ تُو سات سُروں کا دریا
میرے صحرائے سماعت میں بہا دے شاید

Marfat.com

لب ہلاتی نہیں تصویر کوئی بھی لیکن
رنگ تصویر کے خاموش نہیں رہ سکتے
کتنے مفہوم ہوا کرتے ہیں ان میں رقصاں
یہ وہ کہتے ہیں جو الفاظ نہیں کہہ سکتے

یوں اُترتا ہے ترا عکس نظر میں جیسے
روح کے دشت میں چاہت کا غزال آتا ہے
کیا تجھے پیش کروں، پھول، غزل، یا آنسو!
تیری تصویر کو دیکھوں تو خیال آتا ہے

❀❀❀

Marfat.com

یاد کی آبشار سناٹے۔!
دَرد کے راز دار سناٹے

آئے خوابوں کی پالکی لے کر
لے گئے اُس دیار سناٹے

سَب کی سوچوں میں شور برپا ہے
سب کی رُوحوں کے پار سناٹے

زندگی رُخ بدل گئی کتنے
ہیں مگر بر قرار سناٹے

ساتھ رہتے ہیں ہر قدم میرے
یہ مِرے سوگوار سناٹے

Marfat.com

پاؤں میں بج رہی ہیں زنجیریں
اور سر پہ سوار سناٹے

ایک طوفان کی علامت ہیں
بحر کے بے کنار سناٹے

تر ہے شبنم سے صبح کا دامن
شب کو تھے اشکبار سناٹے

کہہ رہے ہیں کسی کی آہٹ کا
آج بھی انتظار سناٹے

بول تصویرِ یار کچھ تو بول
کچھ تو لب سے اُتار سناٹے

اب کے انوار ہر شجر چپ ہے
لے کے آئی بہار سناٹے

Marfat.com

اے کاش!

جیون کے سمندر میں
کیوں اِتنا تلاطم ہے
جو لہر اُبھرتی ہے
کیوں حشر بداماں ہے
تھمتی ہی نہیں موجیں
ٹلتے ہی نہیں طوفاں
کیوں سطح پہ پانی کی
رُکتے نہیں سناٹے
کیوں دُور کنارے سے
اُمید سِسکتی ہے
کیوں اَنت سمندر میں

Marfat.com

گُم گشتہ جزیروں کے
آثار نہیں مِلتے
کِس کرب میں روتی ہے
ساحل کی ہوا شب بھر
کیوں ناؤ ڈبونے کو
طُوفان اُبھرتے ہیں
گھِر جائیں بھنور میں جو
جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

جیون کے سمندر میں
اے کاش! کبھی کوئی
ایسا بھی سماں آئے
جو خواب بھٹکتا ہے
ہر لہر کے ہاتھوں میں
ساحل کا پتا پائے
گرداب بھی اُبھرے تو
گُم گشتہ جزیروں کے
مِلنے کی خبر لائے

Marfat.com

جیون کی کہانی میں
ہر موڑ پہ وحشت کا
کیوں رقص نہیں تھمتا
کیوں اشک نہیں رُکتے
کیوں چاک نہیں سِلتا
کیوں روگ نہیں مرتے
کیوں شام اُجڑتی ہے
کیوں صُبح دہکتی ہے
کیوں زخم نہیں بھرتے
کیوں درد نہیں مِٹتا
کیوں بات نہیں بنتی
کیوں جسم سُلگتا ہے
کیوں رُوح تڑپتی ہے
کیوں پھُول نہیں کھلتے
چاہت سے جو آنکھوں میں
یاں خواب پروتے ہیں
وہ درد کے مارے پھر
کیوں چھُپ چھُپ روتے ہیں

Marfat.com

جیون کی کہانی میں
اے کاش! کبھی کوئی
اِک موڑ ہو ایسا بھی
ہر زخم جہاں اپنا
ڈھل جائے گلابوں میں
اور اُن پہ محبّت کی
شبنم سی بکھر جائے
ہر شام کے آنگن میں
ہو رقص کناں خوشبو
ہر صُبح کے دامن میں
پیغامِ مسرّت ہو
لہرائے نہ آنکھوں میں
آلام کا سایہ بھی

جیون کی کہانی میں
اے کاش کہیں کوئی
اِک موڑ ہو ایسا بھی

Marfat.com

خزاں

مَیں وہ خزاں ہُوں
کہ نارسائی کے دشت میں
جس نے چلتے چلتے
تھکن سے بے حال ہو کے جس بھی
شجر کے سائے میں
دم لیا تو
اُسی کے پتّے بکھر گئے ہیں

Marfat.com

تحفّظ

چل مرے ساتھ اے سایۂ شامِ غم!
رہ گیا ہے جو خونِ جگر چاٹ لے
مار دے گی تجھے شہر کی روشنی
آ مرے گھر کے آنگن میں شب کاٹ لے

Marfat.com

ہائیکوز

دُور سے اِک صدا سی آتی ہے
اوڑھ کے تن بدن پہ تنہائی
کون روتا ہے شب کے جنگل میں

❁

کیا عجب زندگی کے موسم تھے
جب سے تُو زندگی سے رُوٹھا ہے
زندگی اِس طرف نہیں آئی

❁

وقت کا کھیل بھی عجب ہے جو
کچھ غموں کو سمیٹ کے ہم پہ
کچھ نئے دُکھ اُتار دیتا ہے

❁

شہر کی بھیڑ میں کسے فرصت
کون دیکھے یہ بے بسی میری
ہر کوئی اپنی ذات میں گم ہے

❁

Marfat.com

یُوں بھی دل کا قرار پاتے ہیں
آنسوؤں کے چراغ ہم اکثر
خُود بجھاتے ہیں، خُود جلاتے ہیں

❁

یہ بہت بے مثال چیزیں ہیں
رُوح و لب تیرے نام کے مسکن
اور آنکھیں تری کنیزیں ہیں

❁

ہر طرف زندگی کا میلا ہے
اتنے چہروں کے بیچ بھی یارب!
دل مرا کس قدر اکیلا ہے

❁

شہر کی خاک چھان کر شب کو
لَوٹتا ہُوں تو گھر کی تنہائی
مجھ سے بے ساختہ لپٹتی ہے

❁

Marfat.com

آرزوؤں کے سرد موسم میں
برف ہو جائے جسم بھی جب تو
کیوں یہ پرچھائیاں سُلگتی ہیں

❁

خواب کا انتظار تھا برسوں
خواب آیا تو میری آنکھوں سے
لے اُڑا نیند زندگی بھر کی

❁

کہہ رہے ہیں بزرگ گاؤں کے
آج ہیں جس مقام پہ قبریں
کل وہاں قہقہے برستے تھے

❁

خواب بکھرے ہیں جا بجا میرے
آج اِن زخم زخم ہاتھوں سے
کِس طرح کِرچیاں سمیٹوں میں

❁

Marfat.com

کتنا شیریں ہے یہ ترا لہجہ
پر تری نرم نرم باتوں سے
طنز کا زہر کیوں ٹپکتا ہے

❁

زندگی کا یہ کونسا رُخ ہے
مِل بھی جائے خوشی بھی تو سرسے
غم کی پرچھائیاں نہیں جاتیں

❁

ہجر میں زندگی گزاری ہے
پُوچھتا پھر رہا ہُوں ساحل سے
اُس نے کشتی کہاں اُتاری ہے

❁

جب کسی چشم کو نہ نم دیکھا
مَیں نے اس کے کھُلے دریچے سے
دل میں جھانکا تو غم ہی غم دیکھا

❁

Marfat.com

کاٹوں اُلجھے اُلجھے حال جُدائی میں
بیت گئے ہیں کتنے سال جُدائی میں

آنکھوں میں ہر شام اُتر کے کہتی ہے
اَشکوں کا اِک جام اُچھال جُدائی میں

تارا تارا دیکھے میری گھبراہٹ
رستہ رستہ پوچھے حال جُدائی میں

اُس کے ملنے کا سندیسہ لے کر آ
موسم ؛ اَب کے یُوں نہ ٹال جُدائی میں

Marfat.com

پچھلی شب کچھ ٹیسیں ملنے آتی ہیں
کہتی ہیں یوں روگ نہ پال جدائی میں

چہرے کا ہے رنگ خزاں کے پتے سا
اُترا کیسا زرد ملال جدائی میں

چمکا ایک ہی نام دُعا کے ماتھے پہ
کیا کرتا میں اور سوال جدائی میں

رگ رگ میں اِک چاند کی خواہش جاگی تھی
چاندی کیوں نہ ہوتے بال جدائی میں

لمحہ لمحہ دل کو دھڑکا رہتا ہے
کٹ جائے گا یہ بھی سال جدائی میں

جنتر منتر والو! تم ہی بتلاؤ
کیا کہتی ہے اب کے فال جدائی میں

Marfat.com

دیکھا عید کا چاند تو میرے سینے میں
اُترا بن کے تیر ھلال جُدائی میں

کہتے ہیں کہ عرش بھی ہل ہل جاتا تھا
دیتا تھا جب ہُوک بلالؓ جُدائی میں

لِکھ کے نام تمہارا اُس پہ ڈال دیا
مَیں نے پھُولوں کا اِک تھال جُدائی میں

منظر منظر تیرا جلوہ دیکھا ہے
چمکا تیرا اَور جمال جُدائی میں

اپنے سینے آپ لگا اور خُود ہی سے
پُوچھا مَیں نے اپنا حال جُدائی میں

اُبھرے جیسے آہٹ تیرے قدموں کی
ٹِک ٹِک بجتا ہے گھڑیال جُدائی میں

Marfat.com

رکھ دیتا ہے ہاتھ تڑپتے دل پر تُو
دیکھا تیرا روز کمال جُدائی میں

جاگتی ہیں انوار! مرے سنگ آنکھیں بھی
سپنوں کی اِک اوڑھ کے شال جُدائی میں

Marfat.com

اس نے جلا کے خواب کی دہلیز پر دیا
پھر اس دیئے سے خواب مرا راکھ کر دیا

اک شام نے نظر میں اجالے سمو دیئے
اک صبح نے نظر کو فریبِ سحر دیا

کاٹی ہیں میرے ہاتھ کی ظالم نے انگلیاں
کیسے جلائے شہر میں میرا ہنر، دیا

لقمہ ڈبو کے زہر میں دے گا وہ اب مجھے
سیلاب جس نے چھوڑ کے رہنے کو گھر دیا

Marfat.com

برسوں کے بعد اُس کی صداؤں نے آج پھر
دامن سماعتوں کا ستاروں سے بھر دیا

جاناں! تمہارے پیار کی مہکار کے عوض
ہم نے ہر ایک سانس ترے نام کر دیا

آیا نہیں وُہ اور ستارے بھی ڈھل چکے
کس دُھن میں جل رہا ہے مرا بے خبر دِیا

آنوار وُہ نہ آئے، مگر اُس کے نام کا
روشن سدا رہے گا سرِ رہگُذر دِیا

Marfat.com

چاہتوں کے دائرے سے جب نکل جاتے ہیں لوگ
راستوں کے ساتھ چہرے بھی بدل جاتے ہیں لوگ

جا رہے ہو تم اگر سنگلاخ رستے چھوڑ کر
سوچ لینا، سنگِ مرمر پہ پھسل جاتے ہیں لوگ

رقص کرتے ہیں لہو کی آبشاروں میں یہاں
دشمنی میں کس قدر آگے نکل جاتے ہیں لوگ

موج میں آئیں تو کانٹے بھی سجا لیں جسم پر
اور جی چاہے تو کلیاں بھی مسل جاتے ہیں لوگ

Marfat.com

مَیں جو روتا تھا تو ہنستے تھے مِرے رونے پہ سب
مُسکراتا ہُوں اگر مَیں اَب تو جل جاتے ہیں لوگ

زَہر، ظُلمت، آگ، پتھّر، اَشک، سنّاٹے، لہُو
زندگی کے جبر سے کیا کیا نِگل جاتے ہیں لوگ

مجھ کو بہلایا ہے تیری یاد نے یُوں جس طرح
نیند کے آنگن میں خوابوں سے بہل جاتے ہیں لوگ

حسرتوں سے دیکھتے ہیں ڈُوبتے سُورج کو جب
غم کی گہری شام کے سائے میں ڈھل جاتے ہیں لوگ

Marfat.com

سکوت

کہنا چاہوں بھی کچھ تو ہونٹوں سے
دل کی ہر بات لوٹ جاتی ہے
جیسے اِک بدنصیب آنگن تک
آ کے بارات لوٹ جاتی ہے

Marfat.com

کیا کہوں کیا کیا سِتم اِک جاں پہ کر جاتی ہے رات
جاگ اُٹھتے ہیں ہرے سب غم تو مر جاتی ہے رات

میری آنکھوں سے ستاروں کا سمندر چھین کر
چند قطرے اوس کے پلکوں پہ دھر جاتی ہے رات

کاٹتی ہے وقت کے جنگل میں وحشت کا سفر
چیخ اُٹھتی ہے جو تنہائی تو مر جاتی ہے رات

رفتہ رفتہ ڈوب جاتا ہے جو سورج آس کا
دِھیرے دِھیرے دل کے آنگن میں اُتر جاتی ہے رات

روشنی میں بھی نظر آتی نہیں کیوں منزلیں
کیوں نہیں جاتے اندھیرے بھی اگر جاتی ہے رات

Marfat.com

دن نکلتا ہے تو در آتی ہے آنکھوں میں جلن
چھوڑ کر گلنار خوابوں کے شرر جاتی ہے رات

منعکس ہوتا ہے چہرے سے اُجالا رُوح کا
رُوح کالی ہو تو چہرے پہ بکھر جاتی ہے رات

چاند سورج کس کی دُھن میں رہتے ہیں محوِ سفر
کس نگر جاتا ہے دن اور کس کے گھر جاتی ہے رات

کروٹیں لے لے کے تھک جاتی ہے عقلِ نارسا
عشق کے بس ایک سجدے میں گزر جاتی ہے رات

بٹ رہی ہیں روشنی کے نام پہ تاریکیاں
جس طرف جاتے ہیں یہ رہبر، اُدھر جاتی ہے رات

پھیل جاتی ہے دھنک انوارِ دل سے تا اُفق
یاد کے خاکے میں کتنے رنگ بھر جاتی ہے رات

Marfat.com

اُداسیوں میں سسک سسک کے بھرے جہاں سے گزر چکا ہے
بہار آئی تو اُس سے کہنا، وہ منتظر تیرا مر چکا ہے

رگوں میں بہتے لہُو میں شامل تھا خوف جس کی تباہیوں کا
حدُودِ شہرِ بدن میں آخر، وہ زلزلہ پاؤں دھر چکا ہے

کسی کے چہرے کی گرد دھونے کی آرزُو اور جستجو میں
غبارِ غم بن کے اس کی راہوں میں خوُد بھی کوئی بکھر چکا ہے

بچانے آئے ہو چارہ گر بن کے آج جس کے اثر سے مجھ کو
وہ زہر تو نخلِ جاں کی گہری جڑوں میں کب کا اُتر چکا ہے

Marfat.com

بعید کیا ہے؟ کہ ایک دن جا ملے وُہ اپنے ہی دُشمنوں سے
جو جھُوٹی ہمدردیوں میں لپٹے سیاہ چہروں سے ڈر چکا ہے

وہی اُداسی، وہی سفر ہے، وہی درندے، وہی خطر ہے
وُہ جس میں اُگتے تھے چاند تارے وُہ شہر جنگل سے بھر چکا ہے

بدل بدل کے نئے لبادے نہ سامنے آ، اے خوابِ رفتہ!
تو اس سے پہلے بھی زندگی کو بہت پریشان کر چکا ہے

حقیقتیں ہو گئی ہیں انوار مطلعِ حُسنِ ظن سے ظاہر
کٹی ہے خوش فہمیوں کی شب تو ہر ایک منظر نکھر چکا ہے

Marfat.com

گُل سرِ شاخ جاں کھِلا کوئی
خُوشبوؤں سے نگر بسا کوئی

بات دُنیا سے بڑھ گئی آگے
ہو گیا خُود سے بھی خفا کوئی

شام لے آئی ساتھ ویرانے
اجنبی ہے نہ آشنا کوئی

اَب یہاں زندگی نہیں رہتی
دے نہ در پہ مِرے صدا کوئی

سانس چلتے رہے دُھواں بَن کر
خُوں میں جلتی رہی چِتا کوئی

Marfat.com

تُو اگر دوست ہے تو آخر کیوں؟
مجھ سے کرتا نہیں گِلہ کوئی

مَوت آئے نہ موت سے پہلے
ہو نہ اَپنوں سے یُوں جُدا کوئی

یاد آیا ترا بچھڑ جانا
بجھتے دیکھا اگر دِیا کوئی

اُس کے اَشکوں کا ساتھ دینے کو
رو دیئے ہم تو ہنس پڑا کوئی

آپ کو دیکھ دیکھ جیتے ہیں
لب پہ لیکن نہیں صدا کوئی

یُوں بھی اَنوار رائیگاں تھے ہم
کیوں ہمیں آ کے پُوچھتا کوئی

Marfat.com

دو لمحے

تم تکتے ہو تو رنگوں کے
اِک جھرنے میں بہہ جاتا ہوں
پر جب تم آنکھ ہٹاتے ہو
مَیں تنہا سا رہ جاتا ہوں

Marfat.com

اُس گلی سے گزر کے دیکھ لیا
کہکشاں میں اُتر کے دیکھ لیا

رنگ و بُو میں وہ مُنفرد ٹھہرا
ہر چمن نے سنور کے دیکھ لیا

صبر آتا نہیں ہمیں تجھ بِن
دل پہ پتّھر بھی دھر کے دیکھ لیا

عکس پھیلا ہے اَور بھی میرا
آئینوں نے بکھر کے دیکھ لیا

Marfat.com

کھو دیا ہم نے زندگی : تجھ کو
موت سے پہلے مر کے دیکھ لیا

اَور کس کس کا خوف کھاؤ گے
اَب تو خود سے بھی ڈر کے دیکھ لیا

زخم تو بھی نہ سِی سکا میرے
جا ترا دم بھی بھر کے دیکھ لیا

شور انوار : کیوں نہیں تھمتا
خُود کو تنہا بھی کر کے دیکھ لیا

Marfat.com

○

اُس نگر حوصلوں پہ کیا گزری
کچھ کہو، چاہتوں پہ کیا گزری

ہم تو تھے غرقِ آب، کیا جانیں
دُور اُن ساحلوں پہ کیا گزری

دم بخود کیوں ہے چُپ کے جنگل میں
دَرد کی وحشتوں پہ کیا گزری

کچھ نہ پُوچھو کہ شب کی خلوت میں
ہم سے تیرہ شبوں پہ کیا گزری

Marfat.com

دشت کی بات چھوڑیئے، کہیئے!
شہر کی رونقوں پہ کیا گزری

آ کے دیکھو کبھی کہ بن تیرے
غم کے مارے ہُوؤں پہ کیا گزری

دَر مرا پُوچھتا ہے مجھ سے، اُن
دستکوں، آہٹوں پہ کیا گزری

تُو ہی بتلا، ہَوا! کہ میرے بعد
گھر کی تنہائیوں پہ کیا گزری

زرد کیوں ہو گئے لَب و رُخسار
آپ کی رنگتوں پہ کیا گزری

مَرنے والے تو مر گئے لیکن
سانس لیتے ہُوؤں پہ کیا گزری

Marfat.com

جن کی کھلتے ہی اُڑ گئی خوشبو
سوچنا اُن گلوں پہ کیا گزری

وصل کی رُت میں سوچنا بیکار
ہجر کے موسموں پہ کیا گزری

ہم تو تھے راہرو ہمارا کیا؟
راستو! رہبروں پہ کیا گزری

جلنے والوں کو کیا خبر انوار!
بجھنے والے دیوں پہ کیا گزری

Marfat.com

یاد

کفن اوڑھے ہُوئے
کچُھ خواب
سوئے ہیں جو کب کے
رُوح کے شہرِ خموشاں میں
انہی ٹوٹے ہُوئے
بکھرے ہُوئے خوابوں کی برسی پہ
ہزاروں غم اُمڈتے ہیں
عجب میلہ سا لگتا ہے
جنہیں خُون جگر دے دے کے
مَیں نے جگمگایا تھا

Marfat.com

جنہیں آنکھوں کے اِس گلدان میں
مَیں نے سجایا تھا
اب اُن کی یاد آنکھوں کے
دریچوں میں سجاتا ہُوں
مَیں اِس شہرِ خموشاں میں
دھنک آمیز اشکوں کے
چراغ اَب بھی جلاتا ہُوں

Marfat.com

اُس وقت تم کہاں تھے ؟

اُس وقت تم کہاں تھے
جیون تھا دوپہر جب !
ایسے میں تم ملے ہو !
جب شہر زندگی میں !
میری زخم زخم آنکھیں
میرے ٹوٹنے کا منظر
میری کرچیوں کا میلہ
ہر گام تک رہی ہیں
میرے سبز سبز موسم !
رائیں بدل رہے ہیں
میرے سانس بجھ رہے ہیں
میرے خواب مر رہے ہیں
میری راکھ اُڑ رہی ہے
میری شام ڈھل رہی ہے

Marfat.com

ملنا ہی تھا تو ملتے
جیون کی دوپہر میں
شاداب دنوں کی !
وہ روش تو دیکھ لیتے
میرے خوں میں تھی جو رقصاں
وہ تپش تو دیکھ لیتے !

Marfat.com

عید

ہاتھ میں تھامے ہُوئے
خُوشیوں کے گجرے
عید آتی ہے تو مَیں یہ سوچتا ہُوں
سال بھر کے بعد آخر
وقت کا یہ اِک تبسّم
سال کے دُکھ کا مداوا تو نہیں

Marfat.com

حسرت و یاس میں دن رات جلیں گی آنکھیں،
اَب نہ پلکوں سے کوئی خواب بُنیں گی آنکھیں

یہ تو لوگوں کا وطیرہ ہے، بُرا کیوں مانوں
مُسکرائیں گے اگر لب تو ڈسیں گی آنکھیں

ان کے ہنسنے پہ نہ جا ورنہ خبر تب ہوگی
جب صلیبوں کی طرح دل میں گڑیں گی آنکھیں

روشنی اِن کی ترے دم سے ہے قائم اَب تک
تُو چلا ہے تو بتا کیسے جئیں گی آنکھیں

Marfat.com

تجھ سے چاہوں بھی تو اب دُور نہیں جا سکتا
پاؤں اُٹھے گا تو زنجیر بنیں گی آنکھیں

زندہ رہنا ہے اِنہیں تیری کنیزیں بن کر
اب ترے بعد کسی پر نہ اُٹھیں گی آنکھیں

مُدّعا سُن نہ مکر اِذنِ رسائی دے دے
تجھ کو دیکھیں گی فقط، کچھ نہ کہیں گی آنکھیں

یُونہی اَنوار یہاں سنگ بکف لوگوں میں
زخم کھائیں گی سدا، اَشک پئیں گی آنکھیں

Marfat.com

اپنی ہر بات میں دے دے کے حوالے میرے
اُس سے کہنا کہ یُوں درد اُچھالے میرے

مَیں نے پلکوں سے چُنے خار بھی جس کی رہ کے
اُس ستمگر نے بھی کانٹے نہ نکالے میرے

مَیں لہُو دُوں گا چراغوں کو مگر وہ آ کر
اپنے داغوں میں سجا لے گا اُجالے میرے

کچھ نہ پاؤں گا سرابوں کے سوا مَیں لیکن
دشت میں پھُول کھِلا جائیں گے چھالے میرے

Marfat.com

کتنے پُرنور حقائق کا پتا دیتے ہیں
دیکھنے کو تو یہ الفاظ ہیں کالے میرے

بانٹ لیتے ہیں یہ اشعار مرے ہر غم کو
یہ مرے لختِ جگر، لاڈ کے پالے میرے

ٹوٹنا دیکھتی ہو گی وہ لحد سے مجھ کو
جس کی ممتا نے کھلونے بھی سنبھالے میرے

لمحہ لمحہ دلِ انوار دُعا دیتا ہے
تُو سلامت رہے اے بھولنے والے میرے

Marfat.com

میں وہ شجر ہوں جو خود کڑی دھوپ کی اذیّت میں جل رہا ہے
مگر جھلستی ہوئی رُتیں اوڑھ کر بھی سایہ اُگل رہا ہے

شجرِ سایہ دار

Marfat.com

آخر

اَٹے ہوئے ہیں جو کانٹوں سے راستے تو کیا
قدم ضرور اُٹھیں گے اٹک اٹک کے سہی
سفرِ حیات کا آخر گزر ہی جائے گا
ہنسی خوشی جو نہیں تو سسک سسک کے سہی

Marfat.com

○

غم کی برسات میں زندگی کٹ گئی
یوں ہی صدمات میں زندگی کٹ گئی

اُن کا اظہار بھی کر نہ پائے کبھی
جن خیالات میں زندگی کٹ گئی

آئیں گے دن بھلے سوچتے ہی رہے
بس اِسی بات میں زندگی کٹ گئی

زخم ملتے رہے، درد پلتا رہا
ایسے حالات میں زندگی کٹ گئی

Marfat.com

ہم کو ڈستے رہے جن کے دیوار و در
اُن مکانات میں زندگی کٹ گئی

جن کی آنکھوں میں سپنے ستاروں کے تھے
اُن کی حشرات میں زندگی کٹ گئی

چاند نکلا نہ اخوانؔ پھر وصل کا
چاہِ ظلمات میں زندگی کٹ گئی

Marfat.com

دل سمندر ہے

دل سمندر ہے
اِس سمندر میں
ہر طرف سینکڑوں جزیرے ہیں
ہر جزیرے میں
ایک خیمہ ہے
اور پھر
اِن تمام خیموں میں
زندگی کی
اُداس یادوں کے
دیپ سے جھلملاتے رہتے ہیں

Marfat.com

○

کفِ وجُود پہ رکھا ہُوا عدم ہُوں مَیں
ہوائے دشت ہے اور ریت پہ رقم ہوں مَیں

رگوں میں میری، محبّت کی روشنائی بھر
کتابِ زیست کا سُوکھا ہُوا قلم ہُوں مَیں

بجھے ہُوئے ہیں ستارے مری تمنّا کے
اُداسیوں میں گھِری شامِ چشمِ نم ہُوں مَیں

مَیں لُٹ گیا تو بکھر جائے گا کوئی غم سے
کسی غریب کی جوڑی ہُوئی رقم ہُوں مَیں

Marfat.com

لبوں پہ رقصِ تبسّم کو دیکھنے والو!
اُتر کے دیکھو جو مجھ میں تو غم ہی غم ہوں میں

تڑپ نہیں تو رہے گی خلیج بھی حائل
اگر ہے جذبہ صادق تو دو قدم ہوں میں

کسی نے پیار سے دی ہے مجھے صدا جب سے
خود آپ اپنی نگاہوں میں محترم ہوں میں

اے شہرِ عہد شکن! احترام کر میرا
کسی کے سر کی اُٹھائی ہوئی قسم ہوں میں

Marfat.com

الوداع

الوداع
الوداع بے خواب آنکھو! الوداع
تم مرے سنگ
چاٹتی تھیں
قطرہ قطرہ رتجگوں کے زہر کو
تم مرے سنگ
جھیلتی تھیں
لمحہ لمحہ درد کی ہر لہر کو
سو گیا میں
نیند کے شانوں پہ سر رکھ کے کبھی
تم نے میرے واسطے سپنے بُنے

Marfat.com

خواب جو تم نے بُنے
وقت نے اُن کے لیے پتھر چُنے
اور میں
مدفنِ خوابوں کی لحد پر دم بخود
عُمر بھر بس ہچکیاں بُنتا رہا
آرزوؤں کی شکستہ کرچیاں چُنتا رہا
ٹوٹتا تھا جب کوئی سپنا
تو رو دیتی تھیں تم
اور گر جاتا تھا جب اک
آس کا تارا تو پھر یوں
آنسوؤں کے کتنے تارے
میری پلکوں پہ پرو دیتی تھیں تم
جب کبھی
گُل ہو گئے
ہونٹوں پہ لفظوں کے چراغ
تم مرا احساس بن کر خود چراغاں ہو گئیں
بُجھتے لہجے کی ہتھیلی پہ فروزاں ہو گئیں
اور اب

Marfat.com

بجھنے لگے ہیں
میرے سانسوں کے دیئے
اپنے خوابوں کی طرح خود ٹوٹنے والا ہوں میں
وقت کے ہاتھوں سے آخر
چھوٹنے والا ہوں میں
میں نے چُننے تھے جو کانٹے چُن لیے
تم نے بُننے تھے جو سپنے بُن لیے
بڑھ رہی ہے
اب مری جانب یہاں
آخری ہچکی کی ناؤ جو مجھے
زندگی کے بحر کے
اُس پار لے جانے کو ہے
اے مرے
جیون کے زیرِ پا کنارو! شب بخیر
ساحلوں کی ریت میں مدفون سپنو! الوداع
الوداع تم کو مری بے خواب آنکھو! الوداع

نت نئے دیکھے ستم احباب کے

Marfat.com

اَب کوئی حرفِ تسلّی کِس لیئے ؛
دستکیں دیتا رہا ہُوں مَیں سَدا
اَب کسی دَر کی تجلّی
کِس لیئے ؛

عُمر گزری خُشک پتّے کی طرح
اَب کِسی وعدے کا گجرا
کیا کرُوں ؟

بے حِسی کی لُو نے جب جھُلسا دیا
اَب کسی دامن کا سایا
کیا کرُوں ؟

دیکھ لیں

اَپنوں کی سب عیّاریاں
پُشت پیچھے کی ہنسی اور سامنے کی یاریاں
قدر دانی چاہتوں کی دیکھ لی
دیکھ لیں جذبات کی سب حُرمتیں
ضوفشانی اُلفتوں کی دیکھ لی
دیکھ لیں سب قربتیں سب سنگتیں

Marfat.com

بڑھ رہے ہیں
آج کیوں بہرِ عیادت وہ قدم
جو مجھے ہر دم کچلنے کے لیے تیار تھے
اُٹھ رہے ہیں
سامنے وہ ہاتھ کیوں بہرِ دُعا ؟
جن میں کل میرے گریباں کے وہ اُلجھے تار تھے
دے رہے ہیں یوں سری
اُکھڑی ہُوئی سانسوں کو اب وہ حوصلہ
جیسے مجھ کو زندگی کی بھیک دینے آئے ہوں
مکر ہیں
ڈُوبے ہُوئے لفظو تمہیں میرا سلام
مصلحت کی چال سے لبریز لہجو: الوَداع
الوَداع اے کھوکھلے جھُوٹے دلاسو: الوَداع

رَہبروں کی
بھیڑ میرے چار جانب تھی مگر
پھر بھی مجھ کو منزلوں کی روشنی نہ مِل سکی
ہم سَفر

Marfat.com

وحشت رہی ہر موڑ پہ
ہر قدم اُڑتی رہی گردِ فغاں
کھو گیا رہ میں مرے جذبوں کا بہتا کارواں
جن کے نقشِ پا پہ میں
برسوں رہا ہوں گلفشاں
اُن کی جانب سے مجھے پتھر ملے
مجھ کو چاہت کے عوض
بدلے ہوئے تیور ملے
زہر کے ساغر ملے اور طنز کے نشتر ملے
جب چراغِ منزلِ جاں
جھلملایا بھی کبھی
نوچ لی یوں آنکھ سے میری انہوں نے ہر کرن
میری پلکیں
تہہ بہ تہہ تاریکیوں سے بھر گئیں
پھول کو چھونے سے پہلے
تتلیاں ہی مر گئیں
تن بدن پہ اوڑھ کر
ملبوس جلتی دھوپ کا

Marfat.com

بے بسی سے میری خود رستے لپٹ کر رو پڑے
دیکھ کر ہنستے رہے انسان، پتھر رو پڑے
اِس غبارِ راہ میں گم
میری منزل کے چراغو!
کہہ رہا ہے اِک مسافر
اب خدا حافظ تمہیں
الوداع سنگلاخ رستوں کی تھکن
الوداع اے رہبرو: اے رہنماؤ الوداع

اِک دیا تنہا جلا ہے
رَذنقوں کے شہر میں
دَر بدَر کوئی پھرا ہے
دوستوں کے شہر میں
یوں ہی ڈر ڈر کے جیا ہے
تہمتوں کے شہر میں
تشنہ لب جیون رہا ہے
ساقیوں کے شہر میں

Marfat.com

صرف سنّاٹا پیا ہے
دستکوں کے شہر میں
دھوپ کا دُکھ ہی مِلا ہے
برگدوں کے شہر میں

شہر، جس میں
ہر طرف
ہر سمت، ہر ہر موڑ پہ
زندگانی کے جھمیلے تھے بہت
اِن جھمیلوں میں بھی تا حدِّ نظر
کرب کے، تنہائیوں کے، غم کے میلے تھے بہت
لاکھ چٹکیں
خوشنما لفظوں کی کلیاں بھی مگر
ساتھ اُن کے
دل کی ویراں دھڑکنیں چھپکیں
ضروری تو نہیں
لاکھ مہکیں
خُلدِ لب میں

Marfat.com

مُسکراہٹ کے کنوّل
اور در تپچے رُوح کے مہکیں
ضرُوری تو نہیں

عمُر بھر
محرُومیوں کا زہر چاٹا ہو اگر
بھُول جاتی ہے زباں خُوشیوں کے سارے ذائقے
لمحہ لمحہ جب
اُداسی کی رِدا بُنتا رہے
کون پھر چاکِ گریباں کو سیئے
کیسے سیئے ؟

کیسے سیئے ؛ کیسے جیئے ؟
زندگی تم کو مُبارک
جینے والو ! السّلام
الوداع اے میری جلتی بجھتی تنہائی کی شام !
رونقوں کے شہر میں اے غم کے میلو ! الوداع
الوداع اے آنسوؤں کے بہتے ریلو ! الوداع

Marfat.com

نوٹ

محترم قارئین ۔ آئندہ میری شاعری کی تمام نئی کتب
اور سابقہ کتب کے نئے ایڈیشن میرے انوار فریدی ہی
کے ادبی نام سے شائع ہوں گے اصل نام انوار المصطفیٰ ہمدمی
صرف میرے مخصوص معاملات میں استعمال ہوگا۔
ادبی نام مستقل انوار فریدی ہوگا۔

انوار فریدی

Marfat.com

Marfat.com

صدا کھو جائے غم کے جنگلوں میں
تو دُکھ اپنے دریچے کھولتے ہیں
بیاں آواز کا محتاج کب ہے
زباں چُپ ہو تو آنسو بولتے ہیں

Marfat.com